استبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

جون ۱۹۶۳ء

ایڈیٹر

رفیق احمد ثاقب

فی پرچہ ۵۰ پیسے　چندہ سالانہ ۵ روپے　ممالک بیرون ۱۰ شلنگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

استبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

ایڈیٹر

رفیق احمد ثاقب

نائبین:۔ انور حسن ؛ لطف الرحمٰن محمود

جلد ۹	احسان ۱۳۴۲ ہش	جون ۱۹۶۳ء	شمارہ ۸

ترتیب

(سید عبد الباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ "خالد" دار الصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

افتتاحیہ

نہایت غیر دانشمندانہ اقدام

حکومتِ مغربی پاکستان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تالیف "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" بحق سرکار ضبط کرلی ہے۔ اِس غیر منصفانہ اقدام کا جواز یہ پیش کیا گیا ہے کہ اس سے عیسائیوں کی دلآزاری ہوتی ہے اور دونوں فرقوں کے درمیان کشیدگی سے ملکی فضا کے مکدر ہونے کا امکان ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ حکومت کے اِس غیر دانشمندانہ اقدام کی بنیاد غلط معلومات پر ہے۔ جہاں تک اِس کتابچے کے مندرجات سے عیسائیوں کی دل آزاری کا سوال ہے اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ یہ کتاب ایک عیسائی عالم کے چار سوالات کے جواب میں لکھی گئی ہے اور مسیحیت کے متعلق مستند مسیحی لٹریچر سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اِس صورت میں ان مندرجات کو منافرت انگیز قرار دینا کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ اگر یہ کتابچہ منافرت انگیز ہے تو ان ماخذوں کے متعلق حکومت کا کیا خیال ہے جن سے مسیحیت کے متعلق مواد حاصل کیا گیا ہے؟ چونکہ اِس کتاب کے مندرجات بے ضرر ہیں اِسی لئے متحدہ ہندوستان کی مسیحی حکومت نے اسے قابلِ اعتراض نہیں سمجھا حقیقت یہ ہے کہ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے اسلام، قرآن مجید اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کی غرض سے اسے ۱۸۹۷ء میں شائع فرمایا۔

قیام پاکستان تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے لیکن اِس سارے عرصہ میں عیسائی حکومت نے اسے لائقِ تعزیر نہیں گردانا۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۱ء میں بھی یہ کتاب شائع ہوئی اُس وقت بھی اِس پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔ برعظیم ہندوپاکستان کے علاوہ غیر ملکی زبانوں میں بھی یہ کتاب ممالکِ غیر میں شائع ہو چکی ہے مگر کسی جگہ بھی اِسے ضبط نہیں کیا گیا اور نہ ہی امنِ عامہ کے لحاظ سے قابلِ اعتراض سمجھا گیا ہے۔ اگر اِس کتابچے نے گزشتہ ساٹھ ستر سال میں کوئی تلخی اور کشیدگی پیدا نہیں کی تو اب بھی یقیناً اِس بات کا کوئی امکان نہیں۔ جماعت احمدیہ کے پُرامن افراد قانون کے

احترام میں یقین رکھتے ہیں۔ افسوس ہے کہ حکومتِ مغربی پاکستان نے کسی غلط فہمی کی بناء پر اس کتاب کو ضبط کر کے لاکھوں پُرامن شہریوں کے جذبات کو بُری طرح مجروح کیا ہے !!

اس تلخ حقیقت سے پاکستان کا کون سا مخلص، حسّاس اور خیر خواہِ اسلام شہری انکار کرنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ اس وقت پاکستان میں عیسائیت بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت افریقہ میں اسلام کے ہاتھوں شکست اور پسپائی کا انتقام ایشیا کے اس اسلامی ملک سے لینا چاہتی ہے۔ ملک میں جہالت، افلاس اور علمائے اسلام کے داخلی اور فروعی تنازعات میں انہماک کی وجہ سے عیسائی منّادوں کو امید سے زیادہ کامیابی ہو رہی ہے اور وہ اس خطّے کو فروغِ عیسائیت کے لئے نہایت "زرخیز" تصور کرتے ہیں۔ قارئین کی خدمت میں اعداد و شمار کی صرف ایک جھلک پیش ہے :-

مغربی پاکستان

مقامات	۱۹۳۱ء میں عیسائیوں کی تعداد	۱۹۶۱ء میں عیسائیوں کی تعداد
لاہور	۶۷۶۸۶	۱۲۵۲۴۰
سیالکوٹ	۷۶۸۷۳	۸۹۰۷۴
گوجرانوالہ	۵۰۳۸۰	۶۲۷۰۰
شیخوپورہ	۹۹۹۸۵	۶۳۶۶۸
لائل پور	۵۱۶۹۴	۸۱۸۸۲
جھنگ	۷۴۴	۱۴۸۲
ملتان	۱۳۲۷۰	۲۱۳۷۸
مظفرگڑھ	۲۱۸	۲۹۴۹
گجرات	۳۹۱	۳۹۷۶
سرگودھا	۱۲۹۶۰	۲۲۳۹۳
جہلم	۷۳۰	۱۶۷۰

مقامات	۱۹۳۱ء میں عیسائیوں کی تعداد	۱۹۶۱ء میں عیسائیوں کی تعداد
میانوالی	۳۲۴	۲۲۲۷
مشرقی پاکستان		
چٹاگانگ	۳۹	۳۰۳۶
کوہستانی علاقہ	۹۰	۱۰۱۶۰
میمن سنگھ	۲۳۲۲	۴۷۲۶۱
دیناجپور	۱۴۴۳	۸۸۶۰
کھلنا	۳۵۸۸	۸۰۲۸
راجشاہی	۱۱۶۶	۸۳۰۳
رنگپور	۳۸۹	۲۸۴۳

(بحوالہ پیامِ حق کراچی۔ مئی ۱۹۶۳ء)

فروغِ عیسائیت کے اِن تشویشناک اعداد و شمار سے مضطرب ہو کر ملک کے حسّاس شہری بیدار ہوئے ہیں اور ہماری اسمبلی کے ایوانوں میں بھی اسکے متعلق واویلا سُنا گیا ہے۔ جوش و خروش میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ ان مشنریوں پر پابندی عائد کر دینی چاہیئے اور انکے تعلیمی اور معالجاتی اداروں کو سر بمہر کر دینا چاہیئے ـــــ لیکن ہم اس تشدد کے حق میں نہیں کیونکہ اسلام کو اس قسم کے حربوں کی ضرورت نہیں اسلام کے پاس علمی اور روحانی لحاظ سے وہ مواد بفضلہٖ تعالیٰ موجود ہے کہ کوئی غیر اسلامی طاغوتی طاقت اسلام کے روشن چہرے کے سامنے ٹھہر نہیں سکتی۔ لیکن یہ علمی اور روحانی اسلحہ آج کس کے پاس ہے؟ ہم ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ یہ علمی اور روحانی مواد جماعت احمدیہ کو حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک وفادار اور غیرت مند خادم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عطا فرمایا ہے ـــــ افسوس ہے کہ حکومت اس جری اللہ کی مقدس تحریرات پر پابندی عائد کرنا چاہتی ہے جس کے قلم فیض رقم کی جنبش کا مقصد ہی اسلام، قرآن اور آقائے دو جہان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال و جلال کا اظہار، ابلاغ، قیام، بقا اور استحکام ہی تھا!! اور وہ جو حقیقی طور پر امن کا شہزادہ تھا اور جس کا مشن ہی صلح، ہمدردی، اخوت اور محبت تھا، اس پر منافرت پیدا کرنے کا الزام دھرنا زیادتی نہیں تو اور کیا ہے؟

ہم یہ بھی عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ پاکستان کا استحکام موجودہ حالات میں یقیناً یقیناً اسلام کے استحکام سے وابستہ ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ یقین کے ساتھ یہ عرض کرتے ہیں کہ اس مادی دور میں اسلام کا استحکام حضرت بانی جماعت احمدیہ کے اس عظیم الشان لٹریچر ہی سے وابستہ ہے جو آنجناب نے اسلام کی تائید میں رقم فرمایا ہے! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لٹریچر ہی اس وقت عیسائیت کے سیلاب کو روک سکتا ہے۔ حکومت کا فرض تھا کہ وہ ایک اہم ملکی اور قومی ضرورت کے پیش نظر خود اس کتابچے کو لاکھوں کی تعداد میں شائع کرتی تا کہ غریب اور ناخواندہ عوام عیسائی منادوں کے پھیلائے ہوئے دام ہمرنگ زمین سے آگاہ ہو جاتے ـــــ لیکن مقام افسوس ہے کہ حکومت نے اس کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی ہے۔ اس غیر منصفانہ اور ناعاقبت اندیشانہ حکم کے خلاف روئے زمین پر پھیلے ہوئے احمدیوں کا شدید ردِ عمل حکومت کے نوٹس میں آچکا ہے۔ پاکستان کے احمدیوں کے علاوہ یورپ، افریقہ، مشرق وسطیٰ، مشرق بعید غرض شرق و غرب میں پھیلی ہوئی احمدی تنظیموں نے صدر پاکستان اور گورنر مغربی پاکستان سے اسلام دوستی کے نام پر اپیل کی ہے کہ وہ اس ناواجب حکم کو واپس لینے کے لئے سعی فرمائیں۔ احمدی مسلمانوں کے علاوہ پاکستان کے سینکڑوں محب وطن غیر احمدی مسلمانوں نے بھی اس حکم کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ حتیٰ کہ ایک معروف عیسائی لیڈر نے بھی اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے ـــــ اتنے شدید ردِ عمل کے بعد حکومت کا فرض تھا کہ فوراً اس غیر معقول حکم کو واپس لیتی۔ لیکن ابھی تک سرکاری طور پر اس کا اعلان نہیں ہوا۔ گو معاصر عزیز سول اینڈ ملٹری گزٹ کی ایک رپورٹ کے مطابق حکومت نے اس پابندی کو اٹھانے کا فیصلہ کر لیا ہے ـــــ بہرحال ہم اس مبارک دن کا بڑی بے صبری سے انتظار کر رہے ہیں جب حکومت، اسلام دوستی اور پاکستان دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے اس مقدس دستاویز کی اشاعت بحال کر کے ہمارے زخمی دلوں پر مرہم کا پھایا رکھے گی!!

معارف القرآن

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۗ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ ۲۱۶)

وہ تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ تو کہدے (کہ) جو بھی اچھا مال تم دو وہ (تمہارے) ماں باپ قریبی رشتہ داروں یتیموں مسکینوں اور مسافر کا (پہلا) حق ہے۔ اور جو بھی نیک کام تم کرو یقیناً اللہ اُسے اچھی طرح جانتا ہے۔

تشریح:۔ معترض اعتراض کرتے ہیں کہ سوال کچھ ہے اور جواب کچھ ہے۔ پوچھا تو یہ گیا ہے کہ کیا خرچ کریں۔ اور جواب یہ دیا جاتا ہے کہ جو کچھ بھی مال میں سے خرچ کرو وہ فلاں فلاں کو دو۔ دراصل اس سوال کا جواب آیت میں موجود ہے صرف تدبر کی ضرورت ہے۔ جب فرماتا ہے کہ جو کچھ بھی اچھے مال سے خرچ کرو تو اس میں سائل کا مکمل جواب آگیا۔ اوّل یہ کہ کوئی حد بندی نہیں جتنے کی توفیق ہو اتنا خرچ کرو۔ دوم یہ کہ اس امر کا لحاظ رکھو کہ جو خرچ کرو وہ حلال مال ہو۔ جو لوگ حرام کماتے ہیں اور اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے گویا اپنے گناہ کا کفارہ کر دیا۔ وہ غلطی پر ہیں۔ خدا تو ایسے ہی مال کو قبول کرے گا جو اچھا اور پاکیزہ ہو۔ سوم یہ کہ صرف حلال نہیں دینا بلکہ طیّب دینا ہے یعنی جس مال کو قبول کرنا لینے والے پر گراں نہ گذرے۔ مثلاً یہ نہیں کہ ٹوٹی ہوئی جوتی جو کسی کام کی نہیں ہے دیدی۔ بیشک جوتی اُس کا اپنا مال ہے اور بیشک اس کا دینا اسے حلال ہے مگر طیّب نہیں ہے۔ کیونکہ جسے دی گئی ہے اس کے کام کی نہیں۔ یا مثلاً ایک بھوکا کھانا مانگنے آیا گھر میں کھانا تیار ہے مگر اُسے آٹا دیدیا۔ یہ مال بھی ہے۔ حلال بھی ہے مگر بھوکے کی ضرورت کو پورا نہیں۔ طیّب یہ ہے کہ خود کم کھائے اور سائل کو پکا ہوا کھانا دے جسے وہ فوراً کھا کر اپنی بھوک مٹا سکے۔

خیر کے اصل معنے بہترین شے کے ہیں اور مال کو اسی صورت میں خیر کہتے ہیں کہ وہ طیّب ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو۔ اگر کہا جائے کہ ایک شخص حرام کماتا تو ہے مگر صدقہ طیّب مال میں سے دیتا ہے تو کیا یہ اس حکم کے مطابق ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی سی گندگی بھی بہت سی پاکیزہ شے کو گندہ کر دیتی ہے پس اگر کوئی شخص رشوت لیتا، چوری کرتا، یا ظلم سے دوسروں کا مال لیتا ہے تو خواہ اس قسم کا (ناجائز) مال تھوڑا ہی ہو اس کا سب مال گندہ ہو جائے گا۔ اور وہ اس حکم کو پورا کرنیوالا نہ ہوگا۔ غرض سوال کا مکمل جواب اس آیت میں آگیا ہے۔ ہاں اس سے زائد مضمون بھی بتا دیا گیا ہے کہ اگر خرچ کرو تو کہاں کہاں خرچ کرو۔ نیز اشارہ کیا ہے کہ خرچ کرنا اتنا مشکل نہیں جتنا کہ صحیح جگہ خرچ کرنا مشکل ہے۔ پس جو خرچ کرو احتیاط سے کرو اور مستحقین کو دو۔ کیا خرچ کرنے کے الفاظ سے صدقہ کی اقسام کا دریافت کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی ہمارا خرچ کرنا کس کس موقع اور کن کن لوگوں کے لئے ہو اور اسجگہ غالباً یہی مراد ہے۔ یہ قرآن مجید کا کمال ہے کہ وہ مختصر الفاظ میں وسیع مضمون بیان

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ اور بندے کا معاملہ

(انسؓ) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھے تو مَیں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں۔ جب وہ ایک ہاتھ نزدیک آئے تو مَیں اس سے دو ہاتھ نزدیک ہوتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آئے تو مَیں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ (بخاری)

قوی اور ضعیف ایماندار

(ابوہریرہؓ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو قوی اور مستعد ایماندار، ضعیف اور سست ایماندار کی نسبت پیارا ہے۔ اور یوں تو دونوں میں خیر ہے۔ (مسلم)

اقربا، مال اور عمل

(انسؓ) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں۔ اس کے عزیز و اقارب۔ اس کا مال اور اس کا عمل۔ پہلی دونوں چیزیں تو واپس لوٹ آتی ہیں لیکن عمل اس کے ساتھ رہ جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

بڑے اجر والا صدقہ

(ابوہریرہؓ) ایک شخص نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کس صدقے کا اجر بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا جو تُو اس حالت میں کرے کہ تندرست ہو اور زیادہ جینے کو جی چاہے۔ تو فقر سے ڈرتا ہو اور تونگری کا امیدوار ہو۔ (بخاری و مسلم)

بہتر سلام

(عمران بن حصینؓ) ایک شخص حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور "السلام علیکم" کہا۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اس شخص کے لئے دس نیکیاں لکھی گئی ہیں۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہا۔ حضورؐ نے اس کو بھی سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اس کے لئے بیس نیکیاں لکھی گئی ہیں۔ پھر ایک اور شخص حاضر ہوا اور کہا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" آپ نے اس کے سلام کا بھی جواب دیا اور فرمایا کہ اس کے لئے تیس نیکیاں لکھی گئی ہیں۔ (ترمذی)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام

...... اِنّی اَوَّلُ الشُّجعانِ

اُعطِیتُ نُوراً مِّن ذُکاءِ مُھَیمِنِی — لِاُنِیرَ وَجهَ البَرِّ وَالعُمرَانِ

مجھے اپنے خدا کے آفتاب سے ایک نور ملا ہے — تا کہ مَیں جنگلوں اور آبادیوں کو روشن کروں۔

بَارَزتُ لِلّٰہِ المُھَیمِنِ غَیرَۃً — اَدعُو عَدُوَّ الدِّینِ فِی المَیدَانِ

مَیں اللہ تعالیٰ کے لئے غیرت کی راہ سے میدان میں نکلا ہوں — اور دشمنِ اسلام کو میدان میں بُلاتا ہوں۔

وَاللّٰہِ اِنِّی اَوَّلُ الشُّجعَانِ — وَسَتَعرِفَنَّ اِذَا التَقَی الجَمعَانِ

اور خدا کی قسم میں سب بہادروں میں سے اوّل ہوں — اور عنقریب تجھے معلوم ہو جائیگا جب دونوں لشکر ملیں گے

مَن کَانَ خَصمِی کَانَ رَبِّی خَصمُہٗ — قَد بَارَزَ المَولٰی لِمَن بَارَانِی

جو شخص میرا دشمن ہو خدا تعالیٰ اس کا دشمن ہوگا — خدا اس کے مقابلہ پر نکلے گا جس نے میرا مقابلہ کیا

اِنِّی رَئَیتُ یَدَ المُھَیمِنِ حَافِظِی — وَمُؤَیِّدِی فِی سَائِرِ الاَحیَانِ

مَیں نے خدا کا ہاتھ اپنا محافظ دیکھا — اور ہر ایک وقت میں اپنا مؤید پایا

مِن فَضلِہٖ اَنِّی کَتَبتُ مَعَارِفاً — اَدخَلتُ بَحرَ العِلمِ فِی الکِیزَانِ

یہ اس کے فضل سے ہے جو مَیں نے معارف لکھے — اور علم کا دریا کوزہ میں داخل کر دیا۔

(درِّ ثمین عربی)

ارشاداتِ عالیہ

(مکرم مولانا عبدالرحمن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے احباب کے خطوط کے جواب میں پچھلے دنوں بعض ایسے ارشادات فرمائے جو عمومی طور پر بھی احبابِ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کی راہ نمائی اور ازدیادِ علم کا باعث ہیں۔ ایسے ارشادات افادۂ عام کے لئے درج ذیل ہیں۔ ادارہ مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کا ممنون ہے۔

● اللہ تعالیٰ نے شمالی انڈونیشیا کی ایک اور جماعت کو مسجد احمدیہ تعمیر کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ انہوں نے حضور سے مسجد کے نام کے لئے درخواست کی۔ حضور نے فرمایا "مسجد مبارک نام رکھیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے۔"

● جنوبی ہندوستان سے ایک نومسلم نے لکھا کہ میں ایک باعزت ہندو فیملی سے مسلمان ہوا ہوں۔ غیر مسلموں نے تو تکلیف دینی ہی تھی بعض مسلمان کہلانے والے بھی درپئے آزار ہیں۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ثابت قدم رکھا ہے۔ میری عمر ۲۰ سال ہے۔ میں کمزور اور بیمار ہوں ان تکالیف کو دیکھ کر کبھی دل عیسائیت کی طرف مائل ہو جاتا ہے کہ ان میں شامل ہو کر سکھی رہوں گا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے اور اسلام پر مجھے موت آئے۔ حضور نے فرمایا: "اگر آپ نے اسلام کو سچا سمجھ کر مانا ہے تو اگر اس کے راستے میں تکلیفیں بھی آئیں تو شرحِ صدر سے قبول کریں۔ ابتدائے اسلام میں صحابہ کو کس قدر تکالیف اٹھانی پڑی تھیں۔"

● ایک دوست نے لکھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سکھ آپ سے کہہ رہا ہے کہ میں نے آپ کی بیعت کرنی ہے۔ پہلے تو آپ اس کی بیعت لینے پر راضی نہیں ہوتے مگر اس کے اصرار پر بالآخر آپ رضامند ہو گئے ہیں۔ حضور نے اس کی تعبیر میں فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ سکھوں میں احمدیت پھیلنے کے سامان کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔"

● ایک احمدی عورت نے ماریشس سے لکھا کہ مجھ کو گناہوں کی معافی کے لئے بہترین طریق سے آگاہ کریں۔ نیز لکھا کہ میں یہاں برقعہ پہننا چاہتی ہوں لیکن یہاں رواج نہیں ہے۔ یہاں صرف مبلغ کی بیوی برقعہ پہنتی ہے۔ برقعہ پہننے کی صورت میں لوگوں کی توجہ کا مرکز ہو جاؤں گی جس سے گھبراتی ہوں۔ حضور مشورہ عطا فرمائیں۔

حضور نے فرمایا "استغفار کثرت سے پڑھا کریں۔ نیز برقعہ کے استعمال کے متعلق فرمایا بڑا نیک خیال ہے۔ اسلام نے پردہ کا حکم دیا ہے۔ اگر کوئی نئی بات شروع ہو تو لوگ پہلے ہنستے ہیں۔ پھر آپ ہی آپ ٹھیک ہو جاتے ہیں۔"

● بیروت سے ایک احمدی خاتون نے اپنی ایک خواب حضور کی خدمت میں تعبیر کے لئے تحریر فرمائی۔ حضور نے یہ اصولی رہنمائی فرمائی کہ اس خواب میں تمام نام مبشر ہیں اس لئے بشارت پر دلالت کرتی ہے۔

● لاہور سے ایک دوست نے دریافت کیا کہ سجدہ میں مسنون دعاؤں کے علاوہ دوسری دعائیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ حضور نے فرمایا "سجدہ میں آپ اپنی زبان میں دعائیں مانگ سکتے ہیں۔"

● ضلع شیخوپورہ کے ایک شخص نے تحریر کیا کہ انہوں نے ۱۹۴۱ء میں بیعت کی تھی لیکن مسائل سے پوری واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے بعض غلطیاں سرزد ہوئیں۔ اب جبکہ احمدیت کی صحیح تعلیم کا پتہ لگا ہے تو سخت ندامت محسوس کرتا ہوں اور متفکر رہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ حضور نے فرمایا "غلطی سے اور لاعلمی میں انسان سے جو فعل ہو اور بعد میں اس پر ندامت ہو تو وہ فعل ایسا ہی ہوتا ہے کہ گویا نہ کیا ہو۔"

● جنوبی ہندوستان سے ایک دوست نے دریافت کیا کہ کیا احمدی عورت کوئی پبلک سروس مثلاً ڈاکٹری یا ٹیچری بغیر چہرہ ڈھانپے کر سکتی ہے۔ حضور نے فرمایا "اگر بغیر چہرہ ڈھکے جاتی ہے تو ایک اسلامی حکم کی نافرمانی کرتی ہے۔"

● اس دوست نے ایک دوسرا استفسار یہ کیا کہ کیا عورت طبی مشورہ پر پردہ چھوڑ سکتی ہے نیز کیا پھر آپ کا منشاء یہ ہے کہ عورت اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کرے۔ حضور نے فرمایا آجکل ہر تعلیم پردہ کے ساتھ ہو سکتی ہے بشرطیکہ پردہ کرنے کی نیت ہو۔

● اس دوست نے ایک تیسرا استفسار یہ کیا کہ جبکہ توجہ دلائی جاتی ہے کہ سکولوں اور کالجوں کی لڑکیاں ہر قسم کی ناواجب زینت سے بچیں تو اگر پردہ کرنا ہے تو پھر زینت کرنے میں کیا حرج ہے۔ حضور نے فرمایا "پردے کا حکم بھی ہے اور سادگی کا بھی حکم ہے۔"

● سلہٹ (مشرقی پاکستان) کے ایک دوست نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے بعض مبلغ سائیریا (روس) کی چراگاہوں میں تبلیغ کے لئے گئے ہیں وہ لمبی گھاس میں چلتے پھرتے نظر نہیں آتے لیکن جب گھاس ہوا سے ہلتی ہے تو ان کے جسموں کے بعض حصے نظر آ جاتے ہیں جن سے چمکدار شعاعیں ان کے سفید لباس سے نکل رہی ہے۔ انہوں نے تعبیر کی درخواست کی۔ حضور نے فرمایا "مبارک خواب ہے ان کے (ہمارے مبلغین کے) ذریعہ اسلام کی تعلیم اور نور پھیلے گا۔" (انشاء اللہ)

• ایک احمدی نوجوان نے حضور کی خدمت میں لکھا کہ ان کی والدہ ان کے احمدی ہو جانے پر ان سے ناراض ہے اور خط و کتابت بند ہے۔ حضور رہنمائی فرمائیں کہ میں ان کو خط لکھوں یا نہ لکھوں۔ حضور نے فرمایا "آپ کو انہیں خط لکھنا چاہیئے۔ آخر وہ آپ کی والدہ ہیں۔ ان کا آپ پر حق ہے۔"

• ایک گیارہ سال کے بچے نے حضور کی خدمت میں اپنی یہ خواب تعبیر کے لئے لکھی کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک سوکھا ہؤا مگر پھلدار درخت ہے پھل سُرخ رنگ کا اور میٹھا ہے۔ اس کے ایک عزیز نے دریافت کیا کہ یہ درخت کیسا ہے اور کس نے بویا ہے تو جواب ملا کہ یہ درخت حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا ہے اور انہوں نے ہی پرورش فرمائی ہے جس پر میرے بھائی نے پھل توڑ کر کھایا۔ اور گھر کے باقی لوگوں کے لئے بھی توڑ کر اسے کپڑے میں ڈالا ہے۔ حضور نے فرمایا "تعبیر ظاہر ہی ہے کہ یہ درخت احمدیت کا درخت ہے جسے سینچنے کی ضرورت ہے۔"

مضمون نگار اصحاب سے!

ازراہ کرم خالد کے لئے لکھتے وقت مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھا کریں:

١۔ مضمون روشنائی سے تحریر کیا جائے۔ کھلا کھلا اور درمیان میں ایک ایک سطر چھوڑ کر لکھا جائے۔

٢۔ کاغذ کا تقریباً ایک تہائی حصہ بائیں جانب خالی رکھا جائے۔

٣۔ مضمون جو حصہ کہیں سے اخذ کیا گیا ہو اس کا حوالہ درج کیا جائے۔

(ادارہ)

عملی زندگی کی ضرورت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

"مَیں پھر دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی زندگیوں کو عملی زندگیاں بناؤ۔ اب خالی دعووں کا وقت گزر چکا۔ ایسا نمونہ دکھاؤ کہ دشمن کے دل میں بھی یہ لالچ پیدا ہو کہ کاش ہم بھی ایسے ہی ہوں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ۔ یعنی کئی دفعہ کافروں کے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ یہ ایسے اچھے لوگ ہیں اور دنیا کے بہترین وجود ہیں۔ کاش ہم بھی ایسے ہوتے۔ یہی وہ مقام ہے جس پر پہنچ کر کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ جس دن کفار کے دل میں یہ خواہش پیدا ہو۔ جس دن اردگرد کے لوگ ہمارے اعمال، نظام، تقویٰ اور صداقت کو دیکھ کر یہ خیال کریں کہ کاش ہم بھی ایسے ہوں اسی دن اور صرف اسی دن خدا کی بادشاہت دنیا میں قائم ہوگی۔"

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضؓ

ندائے احمدیت

حضرت ڈاکٹر صاحب محترم حضرت میر ناصر نواب صاحب رضؓ کے صاحبزادے، امّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضؓ کے بھائی تھے۔ ابتداء ہی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بابرکت آغوشِ تربیت میسّر آئی۔ جماعت احمدیہ کے مخلص ترین بزرگوں میں سے تھے۔ آپکی طبیعت پر تصوف کا رنگ غالب تھا۔ علم و فضل میں بھی بلند مقام پر فائز تھے ایسے ایسے بزرگ جماعت احمدیہ کی روح رواں تھے۔ گاہے گاہے ان اصحاب کے افکار عالیہ قارئین خالد کی خدمت میں پیش ہوتے رہیں گے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کی یہ نظم ۱۰ جنوری ۱۹۳۵ء کے "الفضل" میں شائع ہوئی تھی۔ ایک مثالی خادم میں اس نظم کی بیان کردہ صفات موجود ہونی چاہئیں۔ آئیے ذرا اپنا جائزہ بھی لیں!! (ادارہ)

درکار ہیں کچھ ایسے جوانمرد۔ کہ جن کی
فطرت میں ودیعت ہو محبت کا شرارا

بے عشق نہیں حُسن کے بازار میں رونق
وہ اس کا طلب گار۔ تو یہ اس کا سہارا

آئیں وہ اِدھر۔ رکھ کے ہتھیلی پہ سر اپنا
"لبیک"! کہ دِلبر نے ہے عاشق کو پکارا

ہر ایک میں ہو عزم وہ ثابت قدمی کا
جھجکا نہ ہو خطرے سے۔ نہ ہمّت کبھی ہارا

پروانہ ہو ذرّہ بھی محبّت کے نشے میں
شمشیر ہو گردن پہ۔ کہ ہو فرق پہ آرا

اک آگ ہو سینے میں نہاں کام کی خاطر
ہر رنگ نیا۔ بات کا ہر ڈھنگ نیارا

فرہاد کے اور قیس کے قصّوں کو بھلا دیں
دکھلا کے جنوں، اور محبّت کا نظارا

بے زر ہوں۔ یہ ہو جائیں وہ امریکہ[1] و آئر
بے پَر ہوں۔ تو پیدل ہی پہنچ جائیں بخارا

برپا ہو قیامت جو وہ تبلیغ کو نکلیں
عفت ہو جو بیداغ۔ تو اخلاق دل آرا

اموال کمائیں۔ تو کریں نذرِ "اشاعت"
املاک بنائیں تو کریں وقف خدا را

بس ایک ہی دھن ہو کہ کریں خود کو تصدّق
راضی ہو کسی طرح سے محبوب ہمارا

وہ دین جو محتاج ہے خدمت کا ہماری
ہو جائے۔ اگر ہو سکے۔ اس کا کوئی چارا

قربان ہو ہر چیز اسی بات کی خاطر!
اسلام کا اونچا ہو زمانہ میں منارا

اب عشقِ مجازی کی نمائش کو مٹا کر
ہم عشقِ حقیقی کا دکھائیں گے نظارا

عمریست کہ آوازۂ منصور کُہن شُد
من از سرِ نو جلوہ دہم صدق و وفا را

---

[1] سہو؟

ماضی کے خزانے

کیا مذہب مُلکی ترقی میں رُکاوٹ ہے؟

حضرت علامہ میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ

"حضرت میر صاحب کا یہ مضمون ۲۴ ۔ مئی ۱۹۳۲ء کو سناتن دھرم سبھا لاہور کے زیر اہتمام ایک مذہبی کانفرنس میں اسلام کی نمائندگی میں پڑھا گیا۔"

میرا مذہب اسلام ہے اور میری الہامی کتاب قرآن مجید ہے اس لئے میں جو کچھ بیان کروں گا اسی کتاب کی روشنی میں کروں گا اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں مذہبی آدمی کا یہی فرض ہے کہ وہ جو کچھ کہے اپنی الہامی کتاب سے کہے۔

قرآنِ مجید کا دعویٰ

سب سے پہلے میں یہ بیان کرتا ہوں کہ کیا قرآن مجید نے اس سوال کو اٹھایا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ واقعہ میں خدا کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے اور اس علیم و خبیر ہستی کا کلام ہے جو کہ قیامت تک کے تمام انسانوں اور قوموں کے عقائد، خیالات، اعتراضات اور وسوسوں کا جاننے والا ہے جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ یعنی قرآنِ مجید کے اتارنے والا کوئی انسان نہیں بلکہ علیم کُل اور خبیر مطلق ہستی ہے۔ ثبوت یہ ہے کہ اِس کتاب میں تمام انسانی خدشوں اور وسوسوں اور اعتراضوں کو پیش کیا گیا ہے۔ نیز فرمایا شفاء لما فی الصدور یعنی قرآنِ مجید نے صرف تمام اعتراضات اور خواہشات ہی کو بیان نہیں کیا بلکہ جو جواب ان کے دیئے ہیں وہ سب کے سب تسلی بخش اور تمام شکوک و شبہات کو جڑ سے اکھیڑ دینے والے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن کریم نے اس اعتراض کو بھی بیان کیا ہے جو بعض طبائع میں پیدا ہوتا ہے کہ مذہب ملکی ترقی میں روک ہے۔

مذہب کو دنیوی ترقی میں روک سمجھنے کا خیال

سو اِس مقدس کتاب کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبیوں کے مخالفوں کی طرف سے ہمیشہ یہ اعتراض ہوتا رہا ہے کہ مذہب ہماری ملکی اور قومی ترقیوں میں روک ہے۔ جیسا کہ فرمایا اذا قیل لھم اٰمنوا کما اٰمن الناس قالوا انؤمن

کما اٰمن السفہآء۔ یعنی مذہبِ اسلام کے مخالف مدینہ کے لا مذہب لوگ کہا کرتے تھے کہ مذہب کے ماننے سے انسان اس بیوقوفی کا شکار ہوتا ہے کہ بجائے عام ملکی اور قومی ہمدردی کے صرف ایک خاص طبقہ اور اپنے ہمخیال لوگوں سے ہمدردی کرتا ہے اور انسانی برادری کی عمومیت تنگ دلی کے ساتھ ایک خصوصیت میں تبدیل ہو جاتی ہے اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا اصلوٰتک تامرک ان نترک ما یعبد آباؤنا او ان نفعل فی اموالنا ما نشاء۔ یعنی مذہب کے قواعد کے نتیجہ میں انسان پر بہت سی ایسی پابندیاں عائد ہوتی ہیں کہ انسان مالی طور پر کبھی ترقی نہیں کر سکتا مثلاً کسی مذہب میں سود کا لین دین منع ہے، شراب اور منشیات کی تجارت روک دی گئی ہے جوئے اور لاٹری کے ذرائع مسدود کر دیئے گئے ہیں۔ رشوت حرام کر دی گئی ہے۔ غرض مذہب نے ایسے قواعد بنائے ہیں کہ انسان آزادی سے مال نہیں کما سکتا۔ پھر ایک جگہ فرمایا وقالوا ان نتبع الھدیٰ معک نتخطف من ارضنا (۲۸/۵۷) یعنی جب کوئی مذہب دنیا میں آتا ہے تو لازماً ابتداء میں اس کے ماننے والے تھوڑے اور مخالف زیادہ ہوتے ہیں شروع شروع میں ایسے مذہب کو قبول صدہا مالی و جانی تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں لیکن اگر سرے سے مذہب ہی نہ ہوتا تو آپس میں یہ لڑائیاں اور فساد بھی نہ ہوتے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا غرّ ھٰؤلاءِ دینھم یعنی مذہبی لوگ ایک موہوم اُخروی امید پر دنیا کی جائز ترقیات اور عقل کو صحیح طور پر استعمال کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں کیونکہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ دنیا کی زندگی تھوڑی سی ہے اور مذہب اِن کے دل میں یہ اعتقاد بٹھاتا ہے کہ مرنے کے بعد ایک نہ ختم ہونے والی زندگی آنے والی ہے پس اِس نہ ختم ہونے والی زندگی کی طمع میں اِس موجودہ زندگی کو مذہبی لوگ درست طور پر نہیں گزارتے لیکن اگر مذہبی خیال جاتا رہے تو لازماً لوگ اِس موجودہ زندگی کی قدر کریں۔ خود بھی سُکھ اٹھا دیں دوسروں کو بھی آرام پہنچا دیں اور احتیاط اور عقل سے سارے کام کریں۔

اسلام کیا کہتا ہے؟

مَیں صرف بطور نمونہ قرآن مجید سے مخالفوں کے اعتراض پیش کر کے اب یہ کہنا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کے نزدیک مذہب ملکی ترقی کے لئے نہ یہ کہ روک نہیں ہے بلکہ وہ تو ملک اور قوم کی ترقی کا ذریعہ بلکہ واحد ذریعہ ہے اور اس کے نزدیک قوموں اور ملکوں کی ترقی اگر کسی امر سے وابستہ ہے وہ صرف سچّا مذہب ہے۔

ہمیشہ انبیاء کے ماننے والوں نے ترقی کی

قرآن مجید اس دعویٰ کے یہ دلائل دیتا ہے۔

وہ فرماتا ہے افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین۔ یعنی مذہب کے مخالف کہتے ہیں کہ مذہب ملک کی ترقی کے خلاف ہے اور لا مذہبیت سے ملک کی ترقی ہوئی ہے حالانکہ واقعات اس کے خلاف ہیں لوگوں کو چاہیئے کہ ہر ملک کے تاریخی

حالات پر نظر ڈالیں ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ جو لوگ مذہب کے بانی ہوئے اور جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا تک مختلف مذاہب لے کر آئے ہمیشہ ان کے متبعین نے ملکی ترقی کی۔ اور جو اُن کے مخالف ہوئے وہ ہمیشہ ملکی ترقی میں پیچھے رہے۔

اہلِ عرب نے کس قدر ترقی کی

مثلاً ملک عرب میں ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مذہب پیش کیا وہاں کے دہریوں نے اس کی مخالفت کی مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ اس نئے مذہب کے قبول کرنیوالوں نے بیس سال کے عرصہ میں کتنی ملکی ترقی کی وہی قوم جو بالکل ان پڑھ تھی اسلام کی وجہ سے عالم ہو گئی۔ یونان۔ ہندوستان۔ مصر اور فارس کے علوم ان کی زبان میں ترجمہ ہو کر مدون ہوئے۔ اور وہ غیر مہذب تھے مگر یورپ تک کو انہوں نے تہذیب سکھائی۔ وہ تجارت میں اناڑی تھے مگر اسلام نے ان کو ایسا با حوصلہ بنا دیا کہ عرب سے سپین تک ان کے تجارتی قافلے کوچ کرنے لگے۔ ان میں محکوم ہونے کی قابلیت بھی نہ تھی مگر محض اسلام کی برکت نے قریباً ساری پرانی دنیا کا ان کو حکمران بنا دیا۔ وہ جو دن رات شراب کے نشے میں سرشار رہتے تھے اسلام لانے کے بعد انہوں نے شراب کے اتنے مٹکے توڑے کہ گلیوں میں شراب کا سیلاب آگیا انہوں نے یتیم خانے قائم کئے شفا خانے کھولے مدرسے جاری کئے کتابیں تصنیف کیں علوم کو مدون کیا تاریخیں مرتب کیں جنتریاں بنائیں ہزاروں ادویہ اور مرہمیں ایجاد کیں دنیا کے نقشے تیار کئے غرض یہ مذہب ہی کا نتیجہ اور اثر ہے کہ ملکِ عرب کی کایا پلٹ گئی وہ حیوان تھے اسلام نے ان کو حیوان سے انسان اور انسان سے با اخلاق انسان اور پھر با اخلاق انسان سے با خدا انسان بنا دیا۔ پس قرآنِ مجید کوئی خیالی اور وہمی تھیوری پیش نہیں کرتا بلکہ وہ واقعات اور مشاہدہ کو پیش کرتا ہے اس کا دعویٰ ہے کہ جب کسی لامذہب قوم نے مذہب اختیار کیا تو وہ لازماً ترقی کر گئی اور جب کبھی کوئی لامذہب ملک مذہبی ملک بن گیا تو یقیناً وہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو گیا ہے۔

مذہب بُری باتوں سے روکتا ہے

دوسری دلیل اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں یہ فرماتا ہے قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها وما بطن نیز فرمایا ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھٰی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ یعنی یہ خیال کہ مذہب انسانی آزادی اور ترقی میں روک ہے اور وہ بہت سی قیود کا مجموعہ ہے اور اس کو تسلیم کر کے انسان مقید ہو جاتا ہے۔ مذہب اس کی حرکات و سکنات پر پابندیاں عاید کرتا اور اس کے خیالات، اعمال اور اقوال میں وسعت نہیں رہنی اس لئے غلط ہے کہ وہ سچا مذہب کسی سچی بات اور کسی مستحسن فعل سے نہیں روکتا اس کی تمام قیود اور تمام پابندیاں تو بُری باتوں کی روک کے لئے ہوتی ہیں اور تمام وہ باتیں جن سے مذہب روکتا ہے وہ سب کی سب

ایسی ہوتی ہیں جن سے ملک بجائے ترقی کے تنزل کرتا ہے
مثلاً مذہب حکم دیتا ہے کہ عدل اور انصاف کرو بھلا اگر
یہ بات مذہب کی تسلیم نہ کی جائے تو کیا ملک ترقی کر سکتا
ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ کیا وہ قوم جس کے قاضی ناانصاف
ہوں۔ اور وہ ملک جس کے جج ظالم اور مرتشی ہوں ترقی
کا منہ دیکھ سکتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس مذہب کا
عدل اور انصاف کا حکم دینا ایک نقصان دہ پابندی نہیں
بلکہ ملک کے لئے مفید اور ملک کی ترقی کے لئے از بس
ضروری پابندی ہے۔ اسی طرح مذہب کہتا ہے کہ احسان
کرو اور زکوٰۃ دو۔ صدقہ و خیرات کرو۔ اگر مذہب کا یہ
حکم ایک دن کے لئے بھی دنیا سے اٹھ جائے تو لنگڑے
لولے بیمار، معذور، یتیم اور بیواؤں کا کہاں ٹھکانا ہے؟
یہ احسان ہی کی تعلیم ہے کہ دنیا کا بیشتر حصہ بغیر کمائے
ہماری کمائیوں میں شریک ہو کر دنیا میں اپنی ہستی قائم
رکھے ہوئے ہے اسی طرح مذہب کہتا ہے کہ رشتہ داروں
سے حسن سلوک کرو۔ کیا مذہب کی یہ پابندی نقصان دہ ہے
کیا میاں بیوی اور بیوی میاں کے حقوق ادا نہ کرے تو
ملک قائم رہ سکتا ہے اور قوم زندہ رہ سکتی ہے؟ یا کیا
باپ بیٹوں کو اور بیٹے ماں باپ کو چھوڑ دیں۔ بھائی بھائی
سے جدا ہو جاویں۔ بہن بہن سے قطع تعلق کر لے تو ملک و
قوم کی ترقی ہو جائے گی؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس
مذہب کے تمام احکام ملک کے لئے مفید ہیں نہ کہ مضر۔
اسی طرح فرمایا وینھا کم عن الفحشاء والمنکر
والبغی۔ یعنی مذہب بے حیائیوں سے روکتا ہے۔ اب
غور کرنا چاہیئے کہ یہ ممانعت اور آزادی کو سلب کر لینے والی
پابندی ملک کے لئے مضر ہے؟ کیا زنا اور شراب، ناچنا
اور گانا، بدنظری اور بے حیائی سوسائٹی کو ترقی دے سکتی
ہے؟ اور کیا قوم ان کاموں سے عروج حاصل کر سکتی ہے؟
اسی طرح مذہب کہتا ہے والمنکر یعنی وہ امور جو ہم سے
کوئی کرے تو ہمیں برے لگیں ہمیں نہیں چاہیئے کہ دوسروں
سے کریں کیا یہ پابندی ملک کے لئے مفید نہیں۔ کیا قتل
ڈاکہ، چوری اور دھوکہ ہم اپنے حق میں اچھا سمجھتے ہیں؟
جب نہیں تو کیوں ہم دوسروں سے یہی سلوک کریں۔ پھر
فرمایا والبغی یعنی ملک میں بغاوت، سرکشی اور قانون شکنی
سے مذہب روکتا ہے کیا یہ حکم مضر ہے؟ کیا اگر قرآن مجید
کی اس آیت پر عمل کیا جائے تو ملک ترقی نہیں کر سکتا؟
کر سکتا ہے اور یقیناً کر سکتا ہے۔ کیونکہ کوئی ملک ترقی
حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ اس میں امن کا دور دورہ
نہ ہو۔ امن ہی سے تمام ایجادیں علوم و فنون اور ہر قسم
کی ترقیاں وابستہ ہیں۔ پس دوسری دلیل قرآن مجید یہ
دیتا ہے کہ مذہب کو ملک کی ترقی کے خلاف کہنے والوں
کو یاد رکھنا چاہیئے کہ مذہب اس لئے ملکی ترقی کے خلاف
نہیں کہ اس نے کسی اچھی بات تجارت و زراعت و تعلیم وغیرہ
وغیرہ سے نہیں روکا گیا پس جب مذہب کسی مفید بات
سے روکتا ہی نہیں بلکہ انما حرم ربی الفواحش
یعنی مذہب صرف بری باتوں سے روکتا ہے تو پھر کس طرح
کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ مذہب ملک کی ترقی میں روک
ہے اور قرآن مجید کی یہ دلیل ہی سورج سے زیادہ
روشن ہے۔

توحید باری تعالیٰ کے کرشمے

عالم جسمانی اور عالم روحانی!

(مکرم مولوی فضل الٰہی صاحب انوری بی۔ایس سی۔ شاہد)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت "احدیت" ہے۔ جو اس کی تنزیہی صفات میں سے ہے۔ اسی صفت کے تقاضے کے ماتحت اس نے اپنی تمام مخلوقات کے اندر وحدت اور یکرنگی پیدا کر دی ہے۔ کائنات کا کوئی پردہ اٹھا کر دیکھ لیجیے، صحیفۂ فطرت کا کوئی ورق الٹ کر دیکھیے اللہ تعالیٰ کی اس صفت کی جھلک نمایاں نظر آئیگی۔ کائنات کے بڑے سے بڑے عالم سے لے کر اس کے باریک سے باریک ذرّے میں ایک سا نظام اور یکرنگی کا نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔ کائنات کی بڑی سے بڑی اشیاء یعنی کُرّہ ہائے نجوم کے اندر ایک نظامِ شمسی قائم ہے۔ یعنی بعض کُرّے اپنے سے کسی بڑے کُرّہ کے گرد گھومتے ہیں۔ اسی طرح کائنات کے انتہائی باریک ذرّے یعنی ایٹم میں بھی اسی قسم کا ایک نظام کام کر رہا ہے اس میں بھی ایک مرکز ہے جس کے گرد متعدد باریک ذرّات اس مرکز کی کشش کے اثر کے ماتحت انتہائی تیز رفتاری سے گردش کرتے ہوئے ہمیں دکھائی دیتے ہیں۔

اسی قسم کی یک رنگی تمام اشیاء میں پائی جاتی ہے مثلاً ہر وہ چیز جو بطور خلق کے صادر ہوئی ہے خواہ وہ مجموعۂ عالم ہے یا افرادِ عالم میں سے ایک فرد ہے' اور خواہ وہ عالمِ کبیر ہے یا عالمِ صغیر پیدائش کے چھ مراتب طے کر کے اپنی خلقت کے کمال کو پہنچتی ہے۔ عالمِ کبیر یعنی آسمان و زمین کو دیکھ لیجیے ان کی پیدائش کی تکمیل قرآنی بیان کے مطابق چھ دوروں میں ہوئی جیسا کہ فرمایا انّ ربّکم الّذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستّة ایّامٍ ثمّ استوٰی علی العرش۔ سائنس کی موجودہ تحقیق نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے۔ اسی طرح عالمِ صغیر یعنی انسان کی پیدائش کی تکمیل بھی چھ دوروں میں ہوئی ہے۔ ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین ثمّ جعلناہ نطفة فی قرارٍ مکین ثمّ خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاماً فکسونا العظام لحماً ثمّ انشأناہ

خَلقًا آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین۔
یعنی انسان کی پہلی حالت نطفہ کی ہوتی ہے جس میں انسان بننے کی استعداد بعیدہ ہوتی ہے۔ نطفہ سے علقہ بنتا ہے یہ دوسری حالت ہے۔ پھر علقہ سے مضغہ جو گوشت کا ایک لوتھڑا علقہ سے زیادہ سخت حالت میں ہوتا ہے۔ اور مضغہ میں سے آگے ہڈیاں تیار ہوتی ہیں۔ اس درجہ پر انسان کی شکل کا کھلا کھلا خاکہ تیار ہو جاتا ہے۔ پانچواں درجہ وہ ہے جب ہڈیوں کے ڈھانچہ پر گوشت پوست چڑھایا جاتا ہے۔ اور چھٹی اور آخری حالت وہ ہے جب اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے جان پڑتی ہے یعنی انسان نباتی حالت سے منتقل ہو کر حیوانی حالت میں آجاتا ہے گویا اس میں حرکت کرنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف عالم جسمانی کو ہی پیدا نہیں کیا بلکہ عالم روحانی کا بھی وہی خالق اور رب ہے اس لئے ان ہر دو عالموں کی تخلیق میں کمال یک رنگی اور ہم آہنگی موجود ہے۔ مثلاً جس طرح مادی آسمان و زمین کی پیدائش کی تکمیل چھ دوروں میں ہوئی ہے اسی طرح روحانی آسمان و زمین بھی چھ دوروں میں ہی اپنی تخلیق کی تکمیل کو پہنچے۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تفسیر کبیر میں بیان فرمایا ہے کہ وہ روحانی عالم جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اس دنیا میں قائم ہوا وہ چھ دوروں میں ہی اپنی کمالِ خلقت کو پہنچا۔ آپ کے دعوے کے وقت دخانی حالت تھی۔ یعنی سوائے تاریکی اور دھند کے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ سب دعاوی دخان کی مانند تھے اور کوئی ٹھوس چیز ابھی نظر نہ آتی تھی۔ اس کے بعد دوسرا دور آیا کہ وہ دخان سمٹ کر ایک علیحدہ ہستی کی شکل میں نمودار ہونے لگا۔ یعنی کچھ آدمی آپ پر ایمان لائے۔ اس کے بعد اندرونی تغیرات کا سلسلہ شروع ہوا اور زمینی زلازل کی مانند اسلام کے خلاف جوش پیدا ہوا جس کے بعد پھر اسلام کے بڑے بڑے پہاڑ یعنی ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ وغیرہم تیار ہوئے۔ انہی زلازل کی بدولت ان وجودوں میں استحکام اور پختگی پیدا ہوئی اور وہ ممتاز ہو گئے۔ اس کے بعد پانچواں دور آیا اور جس طرح زمین میں نباتات پیدا کرنے کی قابلیت پیدا ہوئی تھی آپ کی تعلیم بھی سرسبز و شاداب نظر آنے لگی اور لوگوں کو محسوس ہونے لگا کہ یہ ایک خوشگوار تعلیم ہے اس کے بعد اسلام کے اندر بھی حرکت و قوت پیدا ہو گئی اور اس نے دشمنوں کا مقابلہ اور ان کے حملوں کا دفاع شروع کر دیا۔

پھر عالم صغیر یعنی انسان کو لو۔ جس طرح انسان کی جسمانی پیدائش کی تکمیل چھ دوروں میں ہوتی ہے اسی طرح اس کی روحانی پیدائش کا سلسلہ بھی چھ دوروں کے بعد پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے۔ اور وہ دور بالکل ان ادوار کے مشابہ ہیں جن میں سے انسان کو جسمانی پیدائش کے وقت گزرنا پڑتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "آئینہ کمالات اسلام" میں اس عظیم الشان مشابہت کو یوں بیان فرمایا ہے:۔

"تھوڑے سے غور سے معلوم ہو گا کہ انسان کی روحانی پیدائش کے مراتب

بھی چھپی ہیں۔ پہلے وہ نطفہ کی صورت
پر حرفِ حق کے قبول کرنے کی ایک استعدادِ
بعیدہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور پھر
جب اس استعداد کے ساتھ ایک قطرۂ
رحمتِ الٰہی مل جاتا ہے اسی طرز کے
موافق کہ جب عورت کے نطفہ میں مرد کا
نطفہ پڑتا ہے تو تب انسان کی باطنی حالت
نطفہ کی صورت سے علقہ کی صورت میں
آجاتی ہے اور کچھ رشتہ باری تعالیٰ سے
پیدا ہونے لگتا ہے۔ جیسا کہ علقہ کے
لفظ سے تعلق کا لفظ مفہوم ہوتا ہے۔
اور پھر وہ علقہ اعمالِ صالحہ کے خون
کی مدد سے مضغہ بنتا ہے۔ اسی طرز
سے کہ جیسے خونِ حیض کی مدد سے علقہ
مضغہ بن جاتا ہے اور مضغہ کی طرح ابھی
اس کے اعضاء ناتمام ہوتے ہیں۔
جیسا کہ مضغہ میں ہڈی والے عضو ابھی
ناپید ہوتے ہیں ایسا ہی اس میں بھی شدتِ
للہ اور ثباتِ للہ اور استقامتِ
للہ کے عضو ابھی کماحقہٗ پیدا نہیں ہوتے
گو تواضع اور نرمی موجود ہوتی ہے مگر
مضغہ کی طرح کسی قدر قضا و قدر کی مضغ
کے لائق ہو جاتا ہے۔ یعنی کسی قدر اس
لائق ہو جاتا ہے کہ قضا و قدر کا دانت
اس پر چلے اور وہ اس کے نیچے ٹھہر سکے

..... اور پھر چوتھا درجہ وہ ہے
کہ جب انسان استقامت اور بلاؤں
کی برداشت کی برکت سے آزمائے جانے
کے بعد نقوشِ انسانی کا پورے طور پر
انعام پاتا ہے۔ یعنی روحانی طور پر
اس کے لئے ایک صورتِ انسانی عطا
ہوتی ہے اور انسان کی طرح اس کو دو
آنکھیں دو کان اور دل و دماغ اور
تمام ضروری قویٰ اور اعضاء عطا کئے
جاتے ہیں۔ اور بمقتضائے آیت اشدّاء
علی الکفار رحماء بینھم
سختی اور نرمی مواضع مناسبہ میں ظاہر
ہو جاتی ہے۔ یعنی ہر ایک خلق اس کا
اپنے اپنے محل پر صادر ہوتا ہے ...
...... پھر بعد اس کے عنایتِ الٰہی
کی توفیقاتِ متواترہ سے موفق کر کے
اور تزکیہ نفس کے کمال تک پہنچا کر اور
فنا فی اللہ کے انتہائی نقطہ تک کھینچ کر
اس کے خاکہ کے بدن پر انواع و اقسام
کی برکات کا گوشت بھر دیتی ہے اور
اس گوشت سے اس کی شکل کو چمکیلی اور
اس کی تمام ہیکل کو آبدار کر دیتی ہے۔
تب اس کے چہرہ پر کاملیت کا نور برستا
ہے اور اس کے بدن پر کمالِ تام کی
آب و تاب نظر آتی ہے۔ اور یہ درجہ

پیدائش کا جسمانی پیدائش کے اس درجہ
سے مشابہ ہوتا ہے کہ جب جنین کے خاکہ
کی ہڈیوں پر گوشت چڑھایا جاتا ہے
اور خوبصورتی اور تناسبِ اعضاء
ظاہر کیا جاتا ہے۔ پھر بعد اس کے
روحانی پیدائش کا چھٹا درجہ ہے جو
مصداق ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا
آخَر کا ہے۔ وہ مرتبہ بقاء ہے جو
فنا کے بعد ملتا ہے جس میں روح القدس
کامل طور پر عطا کیا جاتا ہے اور روحانی
زندگی کی روح انسان کے اندر پھونک
دی جاتی ہے۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام
صفحہ ۱۰۰-۱۱۰ حاشیہ در حاشیہ)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی روحانی تربیت کیلئے
جو نظام پیدا کیا ہے وہ بھی اس نظام کے عین مشابہ ہے جو
اس نے انسان کی جسمانی تربیت کے لئے پیدا کیا ہے جسمانی
تربیت کے لئے اس نے قانونِ قدرت کو پیدا کیا جس کی
عمل گاہ صحیفۂ کائنات ہے۔ اور روحانی تربیت کے لئے
اس نے قانونِ شریعت کو پیدا کیا جس کا اتم اور اکمل منبع
صحیفۂ آسمانی یعنی قرآن مجید ہے۔ اور ان ہر دو چشمہ ہائے
علوم میں اس قدر مشابہت اور ہم آہنگی ہے کہ اللہ تعالیٰ
اپنے کلام پاک میں جابجا صحیفۂ قدرت کی مصنوعات کو
بطور شہادت پیش کرتا ہے اور اس سے مقصد یہ ہے کہ
تا اس کے ذریعہ وہ اپنے افعالِ مخفیہ اور اسرارِ دقیقہ کو
سمجھائے۔ کہیں خدا تعالیٰ سورج کو پیش کرتا ہے تو کہیں
چاند ستاروں کو۔ کہیں آسمان کی قسم کھاتی ہے تو کہیں
زمین کی۔ اور قسم بھی دراصل ایک قسم کی شہادت ہی ہوتی
ہے جو شاہد رویت کے قائم مقام ہوتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ
کی فعلی اور قولی کتاب یعنی قانونِ قدرت اور قرآن کریم میں
انسان کی جسمانی اور روحانی تربیت کے لئے جو اسباق
موجود ہیں وہ باہم متشابہ اور متماثل ہیں اس لئے آسمانی
قانونِ قدرت کے بدیہات کو اسرارِ معرفت اور دقائقِ شرعیہ
کے حل و انکشاف کے لئے پیش کیا ہے تا افعال اور اقوال
کی مطابقت اس امر پر دلالت کرے کہ ان دونوں کا سرچشمہ
ایک ہی ذات ہے۔

پھر جس طرح انسان کی جسمانی تربیت اسباب
کے توسط سے ہوتی ہے۔ مثلاً انسان کی آنکھیں ہیں مگر سورج
کے بغیر بیکار ہیں۔ انسان کے کان ہیں مگر ہوا اور اس کے
اندر کے خاکی ذرّات کے بغیر کسی کام نہیں۔ ایسے ہی زمین و
آسمان کی تمام موجودات انسان کی جسمانی تربیت کے لئے
بطور اسباب کے ہیں اور ان کے توسط کے بغیر انسان کی
جسمانی پرورش محال ہے۔ اسی طرح اس کی روحانی تربیت
بھی اسباب کے توسط سے ہی ہوتی ہے اور وہ اسباب
ملائکہ ہیں جو انواع و اقسام کی تاثیرات سے انسان پر
اثر انداز ہوتے رہتے ہیں اور اس طرح اس کی روحانی
تربیت میں اس کے ممد و معاون ہیں۔

غرض ان ہر دو نظاموں یعنی نظامِ عالم جسمانی
اور روحانی میں اس قدر مشابہت اور مماثلت ہے کہ
عقلِ انسانی اس کا مشاہدہ کرکے اس واحدِ حقیقی کی حمد و ثناء
میں رطب اللسان ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اور یہ اس لئے

ہے کہ تا نظام ظاہری و باطنی اور روحانی اور جسمانی اس صانع اور مدبّر بالارادہ پر دلالت کریں۔ اسی اصل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :-

ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من
تفاوت فارجع البصر ھل
تریٰ من فطور۔ (ملک : ۳)

یعنی الٰہی تخلیق میں، جو اس کی صفتِ روحانیت کے تقاضے سے صدور میں آئی ہے تمہیں کہیں عدم تناسب یا ہم آہنگی کا فقدان نظر نہیں آسکتا۔ تم بار بار نظر اٹھا کر دیکھو کیا کہیں بھی کوئی بے ربطی موجود ہے ؟

اس حقیقت کا مشاہدہ کر کے ڈاکٹر اقبالؒ کہتے ہیں:۔

حقیقت ایک ہے ہر شے کی نوری ہو یا ناری ہو
لہو خورشید کا نکلے اگر ذرّہ کا دل چیریں

بعض مغربی محققین نے بھی اس زبردست وحدت و ہم آہنگی کا مشاہدہ کیا ہے جو موجوداتِ عالم کی مختلف مصنوعات میں موجود ہے۔ چنانچہ مغرب کا ایک عالمِ فطرت کہتا ہے :-

"One plan many variations, one design many modifications one truth many versions."

یعنی یہ کائنات کیا ہے ؟ ایک نظام ہے جس کے مختلف پہلو ہیں، ایک خاکہ جس کے مختلف نمونے ہیں اور ایک ہی صداقت ہے جس کی کئی تعبیریں ہیں۔

اسی طرح ایک اور محقق سیموئل راجرز اپنی تحقیق کے نتائج کا اعلان ان الفاظ میں کرتا ہے :۔

"The very law which moulds a tear and bids it tickle from its source that law preserves the Earth and guides The planets in their course."

یعنی اللہ تعالیٰ کی وہ مشیت جو قطرے کو آنسو بنا کر آنکھ سے لڑھکا دیتی ہے وہی مشیت زمین کو تھامے ہوئے ہے اور ستاروں اور سیاروں کی راہنمائی ان کی اپنی اپنی گزرگاہوں میں کر رہی ہے۔

کائناتِ عالم کیا ہے ؟ لکھوکھا اور کروڑہا ستاروں کی ایک بکھری ہوئی دنیا۔ مگر یہ دنیا جو بظاہر بے ترتیب اور بے جوڑ سی نظر آتی ہے ایک اعلیٰ قسم کا نظام اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس میں سورج کی طرح کے لکھوکھا اور روشن کُرّے بھی موجود ہیں۔ یہ ستارے جو ہمیں آسمان پر نظر آتے ہیں وہ سب سورج کی طرح روشن مادہ کے بڑے کُرّے ہی ہیں۔ بعض بعض سے بڑے ہیں مگر بوجہ بُعدِ مسافت کے روشنی کے باریک نقطوں کی مانند دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اندر اسی طرح کا نظامِ شمسی رکھتا ہے جس طرح کا نظامِ شمسی سورج میں قائم ہے۔ سورج اپنی کشش

کی بدولت بعض ستیاروں کو اپنے گرد لئے ہوئے ہے جو مختلف رفتاروں سے اور مختلف مداروں میں اس کے گرد گردش کرتے ہیں۔ یہ ستیارے اسی سورج سے نکلے اور اسی سے روشنی پاکر خود بھی روشن ہیں اور کائنات کو بھی منور کرتے ہیں۔ چونکہ ان ستیاروں کا منبع سورج ہی ہے اس لئے ان کا مادہ اور اس مادہ کے خواص سورج کے مادہ اور خواص سے کسی قدر مشابہت رکھتے ہیں۔ ان ستیاروں کا سورج سے فاصلہ اور ان کی گردش کی رفتار اسی کشش کی نسبت سے ہے جو سورج اور ستیاروں میں پائی جاتی ہے۔ اسی طرح کا نظامِ شمسی تقریباً تمام دوسرے ستاروں میں پایا جاتا ہے۔ یعنی ہر ایک ستارہ اپنے سے بعض چھوٹے ستاروں کا مرکز ہے جو اسی سے نکلے اور اسی کے گرد گردش کرتے ہیں۔ گویا کائناتِ عالم مجموعہ ہے ان لاتعداد نظام ہائے شمسی کا جو فضا میں لاکھوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

پھر یہ تمام نظام ہائے شمسی ایک بہت بڑے مرکز کے گرد بھی محوِ گردش ہیں۔ یعنی ہر ایک بڑا ستارہ جو اپنے مقامی نظام کا مرکز ہے بمعہ اپنے نظام کے اس بڑے مرکز کے گرد بھی گردش کر رہا ہے۔ وہ مرکز اس کہکشاں کا مرکز بتایا جاتا ہے جو ایک دائرے کی مانند ستاروں کی ایک ان گنت تعداد لئے ہوئے اس کائنات میں موجود ہے۔ (ہمارے سورج کا اس مرکز سے فاصلہ محققین کے اندازے میں ۳۲۰۰۰ نوری سال ہے۔ ایک نوری سال ۶ کھرب میل کے برابر شمار کیا جاتا ہے۔ جس سے مراد وہ فاصلہ ہے جو روشنی ایک سال میں طے کرتی ہے۔ جبکہ اس کی فی سیکنڈ رفتار ۱۸۶۰۰۰ میل قریباً ہے)

گویا یہ مرکز نہ صرف ان تمام بکھرے ہوئے ستاروں کا مرکز ہے جو کہکشانی دنیا کی زینت ہیں اور ابد سے کائناتِ عالم کی زینت ہیں اور جن سے کائناتِ عالم کی فضا معمور و منور ہے۔ بلکہ بوجہ تمام دیگر ستاروں سے بڑا ہونے اور قوتِ کشش کے انتہائی طور پر موجود ہونے کے وہ ان تمام دیگر نظام ہائے شمسی کو بھی اپنے حلقہ اثر میں لئے ہوئے ہے اور وہ تمام اس کی قوتِ کشش کی بدولت اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔ کائناتِ عالم کے یہ تمام ستارے اور ستاروں کے جھرمٹ دراصل اس بڑے مرکز سے نکلے اور فضا میں پھیل گئے۔ پھر ان میں سے آگے اور ستارے نکلے اور اس طرح ستاروں کی یہ بے انتہاء بکھری ہوئی دنیا معرضِ وجود میں آئی۔

پھر محققین علومِ فلکیات کا کہنا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ کہکشانی نظام اپنی تمام کائنات سمیت کسی اور نامعلوم مرکز کے گرد گھوم رہا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کائنات انسانی حد بست سے باہر ہے اور انسان اپنی محدود عقل اور علم کے ساتھ کیا جانے کہ خدا تعالیٰ کی کتنی کائناتیں موجود ہیں جن تک انسانی نظر کی رسائی ممکن نہیں۔

اس کے مقابل پر کائناتِ عالم روحانی کا نظام دیکھیے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش کو اپنی آیات میں سے قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا و من آیاتہ خلق السموٰت والارض۔ آیت کے معنی دلیل اور علامت کے بھی ہوتے ہیں۔ گویا فرقانِ الٰہی میں اس طرف اشارہ موجود ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور ان کا

نظام کسی اور اعلیٰ نظام پر دلالت کر رہا ہے اور وہ وہی نظام ہے جو عالم روحانی کی تخلیق میں کارفرما ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں دنیاوی آسمان کی زینت کے لئے کواکب کا سلسلہ پیدا کیا ہے جو اس دنیا کو منور کرتے ہیں اور جن کو دیکھ کر سمندر اور خشکی پر چلنے والے مسافر رات کو بھی اور دن کو بھی راہ پاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے روحانی آسمان کی زینت کے لئے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری کیا ہے جو روحانی دنیا کی تاریکیوں اور ظلمتوں کو دُور کر کے اپنی نورانی شعاعوں سے اسے منور کرتے رہتے ہیں۔ ہر نبی اپنے اپنے زمانہ میں بمنزلہ سورج کے ہوتا ہے، وہ اپنی اُمت کا مرکزی نقطہ ہوتا ہے۔ جس کے گرد اس کے روحانی ستیارے یعنی اس کے متبعین اس کی روحانی کشش یعنی قوتِ قدسیہ کی بدولت چکر لگاتے ہیں اور اپنی استعدادِ فطری کے مطابق اس سے فیضان پاتے اور روحانی طور پر اس کے قرب کے مختلف مدارج کو طے کرتے اور اس کی تاثیراتِ روحانیہ سے اثر پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ وہ نبی اپنی روحانی روشنی کی بدولت جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کی ذات میں رکھ دی جاتی ہے گمراہی کی تاریکی میں پڑی ہوئی دنیا کو منور کرتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اللہ ولی الذین اٰمنوا
یخرجھم من الظلمٰت
الی النور (بقرہ: ۲۴)

اور یہ ظلمت سے نور کی طرف اخراج سنتِ الٰہی کے مطابق انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ہی ہوتا ہے۔ ہر نبی نے اپنے اپنے وقت میں آ کر ایک نظامِ شمسی قائم کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ ایک نظامِ شمسی قائم ہوا اور وہ جنّت جس میں حضرت آدمؑ اور آپ کے رفقاء کو رکھا گیا وہ دراصل وہ نظام ہی تھا جو آپ کی شریعت کے ذریعہ دنیا میں قائم ہوا۔ آپ اس نظام کا مرکزی نقطہ تھے اور وہ نظام اس سکون، عافیت اور وحدتِ خیالات کی بدولت جو ہر نظام کا طبعی خاصہ ہوتا ہے جنّت کہلایا۔

اسی طرح حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے ذریعہ روحانی دنیا میں نظامِ شمسی قائم ہوئے۔ اور یہ انبیاء کرام ان نظام ہائے شمسی کا مرکز تھے۔ ان سے نکلنے والے ستیاروں نے حسب استعداد ان سے روشنی پائی اور روشن ہو کر باقی دنیا کو بھی منور کیا۔

عالم روحانی کے ان نظام ہائے شمسی کے بعد پھر ایک بہت بڑا نظام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ قائم کیا گیا۔ وہ نظام ایسے تمام نظاموں سے زیادہ وسیع الاثر تھا۔ کیونکہ آپ تمام دنیا کا روحانی مرکز بنے۔ آپ کے گرد دنیا کی تمام قوموں کے لئے گردش کرنا اور آپ کی نورانی شعاعوں سے روشنی پا کر منور ہونا مقدر تھا۔ جبکہ دوسرے انبیاء مخصوص زمانوں اور مخصوص قوموں کا مرکز بنے۔

یہ بہت بڑا روحانی مرکز کائناتِ عالم کے بڑے مرکز کی طرح نہ صرف ایک ایسے نظام کا مرکز بنا جو دوسرے سب نظاموں سے زیادہ وسیع اور ہمہ گیر تھا بلکہ روحانیت کے اس مقدس اور مطہر مرکز کی قوتِ قدسیہ کو اس قدر

وسعت عطا ہوئی کہ وہ تمام گذشتہ زمانوں کا احاطہ کرتی چلی گئی اور تمام ان نظام ہائے شمسی کو اپنے احاطۂ اقتدار میں لے لیا جو گذشتہ انبیاء کے ذریعہ دنیا میں قائم ہوئے یعنی تمام سابقہ روحانی سورج معہ اپنے سیاروں کے اس بڑے روحانی سورج کی قوتِ قدسیہ سے متاثر ہو کر اسکے گرد گھومنے لگے۔ اسی کی طرف قرآن کریم کی آیت اشارہ فرماتی ہے۔

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف تمام مخلوقات موجودہ کا مرکزی نقطہ ہیں بلکہ تمام گذشتہ انبیائ کے لئے بھی ایک مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور سورہ آل عمران میں واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔ میں انبیائ کے جس عہد کا ذکر ہے۔ اس میں بھی اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ تمام انبیاء نے اپنے وقت میں ایک عظیم الشان وجود کی مرکزیت کو تسلیم کیا۔ اسی طرح اسراء کی رات کے ذکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت آتا ہے کہ آپ کو تمام انبیائ کی امامت کا شرف عطا کیا گیا۔ اس سے بھی صاف پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان وجود کو تمام انبیاء کا مرکزی نقطہ قرار دیا کیونکہ امام اپنی جماعت میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے جس کے ساتھ تمام جماعت کا قیام وابستہ ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا۔ انا سید ولد آدم کہ میں تمام انسانوں کا سردار ہوں اور ان انسانوں میں پہلے انبیاء بھی شامل ہیں۔ سردار کا مطلب یہی ہے کہ آپ تمام انسانوں کے متبوع اور مطاع ہیں اور نیز فرمایا لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی یعنی اگر یہ انبیائ زندہ ہوتے تو آپ کے متبعین میں سے ہوتے گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان گذشتہ انبیاء کیلئے بھی بمنزلہ مطاع کے ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ مادی نظام کائنات کے مرکز کا وجود تو پہلے تھا۔ اور پھر اس سے تمام دیگر ستارے نکلے۔ اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت اس مرکز سے کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ آپ تو تمام انبیاء کے آخر میں پیدا ہوئے تو اس شبہ کے ازالہ کے لئے وہ حدیث موجود ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ اوّل ما خلق اللہ نوری۔ کہ سب سے پہلے جس روحانی وجود کی تخلیق ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مطہر اور مقدس ذات کا ہی نور تھا۔ حدیث قدسی لولاک لما خلقت الافلاک کا بھی یہی مطلب ہے کہ عالم روحانی کی یہ بلندیاں اور وسعتیں اور روحانی آسمان کے درخشندہ ستارے خدا تعالیٰ نے اس ایک روحانی سورج کی بدولت پیدا کئے جسے اس عالم روحانی کا مرکزی وجود ہونے کا فخر حاصل ہوا۔

پھر جس طرح مادی کائنات عالم بعض اور غیر معلوم اور غیر مشہور کائنات کے ساتھ مل کر ایک اور بہت بڑے مرکز کے گرد گردش کرتی ہوئی متصور کی گئی ہے۔ اسی طرح عالم روحانی کی کائنات بھی جس کا مرکزی نقطہ سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس ترین وجود قرار دیا جا چکا ہے۔ اور بہت سے عالموں سمیت جن کا وجود قرآن کریم کی رو سے متحقق ہے۔ مثلاً عالم ملائکہ و عالم

جنّات وغیرہ ایک غیر مشہود مرکز کے گرد گردش کرتی ہے اور وہ مرکز، وہ سب سے بڑا مرکز خدائے ذوالعرش و قدوس کی پاک اور مطہر ترین ذات ہے جو جملہ عالمین کا نقطہ مرکزی ہے اور روحانی طور پر ان عالمین میں عالم اشجار، عالم نباتات اور عالم جمادات وغیرہ بھی شامل ہیں کیونکہ یہ بھی ایک قسم کے خلائق ہی ہیں جو اس ذات واحد کی تسبیح و تحمید کرتے اور اس کی حمد و ثنا کے گن گاتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا :-

تسبح له السمٰوٰت السبع والارض ومن فيهن وان من شئ الا يسبح بحمده ولٰكن لا تفقهون تسبيحهم۔

(بنی اسرائیل ۵)

گویا وہ ذات بابرکات ان سب اشیاء کا مرکزی نقطہ ہے جو آسمانوں اور زمین میں پائی جاتی ہے۔ وہی ذات واحد جس کا نام حی اور قیوم ہے ان روحانی عالموں کے حدوث کا باعث بنی اور اب یہ سب اسی کی کشش کی بدولت قائم و دائم ہے۔ اسی کا پُر حکمت ہاتھ موجوداتِ عالم روحانی اور جسمانی کو تھامے ہوئے ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ کی ذات کو علت العلل قرار دیا گیا ہے۔ اسی کے دستِ قدرت نے "کُن" کے اٹل اشارے سے یہ سلسلہ سمٰوٰت والارض روحانی اور جسمانی پیدا کیا۔ اور پھر ان کے نظام میں وحدت اور تناسب کی خوبصورتی کو پیدا کر کے اسے اپنی ذات کے لئے بطور شاہد قرار دیا۔

پس اے خدا کی ہستی کا انکار کرنے والو! دیکھو تو سہی کہ کارخانہ عالم میں اس قدر یکرنگی، وحدت اور تناسب کے باوجود تم پھر بھی اس کے چلانے والے کے وجود کا انکار کرتے ہو۔ اگر یہ اشیاء خود بخود پیدا ہو گئیں تو ان میں اس عظیم الشان مناسبت کو کس نے پیدا کیا جو کائنات کے بڑے سے بڑے کُروں سے لیکر اسکے انتہائی باریک ذرّوں تک میں موجود ہے۔

اور اے توحید باری کے منکرو! بتاؤ تو سہی کہ عالم روحانی اور جسمانی میں اسقدر مشابہت اور مماثلت کیوں ہے؟ کیا دو یا تین خداؤں کی پیدا کردہ اشیاء میں یہ مشابہت ممکن تھی۔ کیونکہ ہر ایک نے اپنی اپنی مرضی پر عمل کیا؟ اگر کہو ایک کی مرضی دوسرے کے تابع ہو گئی تو کیا خدا بھی کسی دوسرے کے تابع ہوا کرتا ہے۔ تم اسقدر وسیع پیمانے پر موجود مشابہت اور تناسب کو اتفاقی حادثہ بھی قرار نہیں دے سکتے۔ پس سوچو کہ کیا اس قدر گہری اور وسیع مشابہت ایک سے زیادہ خداؤں کی خلقت میں پائی جا سکتی ہے؟

اور اے مادی علوم کے اجارہ دارو! روحانیت سے تمہاری آنکھ کیوں اندھی ہو گئی۔ کیوں مادی نظام کا نقشہ تمہیں روحانی اشیاء میں نظر نہیں آتا؟ کیا تمہاری مادی علوم کی بلند پروازیاں تمہاری روحانیت کے اسرار اور دقائق کے حل و انکشاف کے لئے رہنمائی کرنے کے لئے کافی نہیں؟

اور اے اسلام اور قرآن کی عظمت کے منکرو! کیا کوئی اور مذہب یا کوئی اور کتاب معرفت کے اسقدر وسیع خزائن پیش کرنے کی قابلیت رکھتی ہے؟ تم کیوں علوم ظاہری و باطنی کے اس شیریں چشمے سے سیراب نہیں ہوتے۔ کب تک تم عرفان و حکمت کے اس قیمتی خزانے سے محروم رہنا گوارا کرتے رہو گے؟

مکرم عبد المنان صاحب ناہید

اک جہانِ نو کی سودائی ہے پہنائی مری

دل تڑپ کر رہ گیا اور آنکھ بھر آئی مری
بیٹھے بیٹھے یوں طبیعت آج گھبرائی مری

تنگ ہیں اہلِ جنوں پر اس زمیں کی وسعتیں
اک جہانِ نو کی سودائی ہے پہنائی مری

رات کے پچھلے پہر رونے کی لذت کا نہ پوچھ
اک بڑی مدت کے بعد اُمید بر آئی مری

سونے والوں کو گراں گزرے مرے نالے تو کیا
چھین لی جائیگی مجھ سے تابِ گویائی مری

منتظر ہے آج بھی اُن کی نگاہِ ناز کی
صبحِ مہجوری مری یہ شامِ تنہائی مری

اس پہ ہر توقیر قرباں اس پہ ہر عزت نثار
ہے انہیں ناہید گر منظور رسوائی مری

مکرم ابو الظفر رائے شمشیر خان صاحب جوئیہ

اُمّت کے اندر ظلّی نبوّت جاری رہنے کا امکان

قرآن مجید کی روشنی میں!

اس مسئلہ پر غور کرتے وقت سب سے زیادہ اہم نکتہ یاد رکھنے کے لائق یہ ہے کہ جماعت احمدیہ نبوت کی کس قسم کو بند اور کس قسم کو جاری یقین کرتی ہے۔ اس ضمن میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حسب ذیل ارشادات ہمیشہ ذہن نشین رکھنے چاہئیں۔

(ا) "نبوّت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرتِ صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلّی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوتِ محمدیؐ کی چادر ہے۔ اس لئے اس کا نبی ہو جانا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے۔"

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵)

(ب) "اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت سے نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی شرفِ مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجز محمدیؐ نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمّتی ہو۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۵)

یہ حقیقت ہے کہ نبوّت اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان نعمت ہوتی ہے۔ بنی نوعِ انسان کے حق میں ایک بے مثال رحمت ہے۔ خدائے رحیم و کریم اس رحمت کے دروازے کو قیامت تک بند نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی شانِ رحیمیت کا یہی تقاضا ہے۔ مگر ساتھ ہی دینِ کامل یعنی اسلام کی فضیلت کا بھی تقاضا ہے کہ اب یہ بابِ رحمت اسلامی شریعت کے طفیل وا ہوتا رہے!!

اس موضوع پر کئی جہات سے بحث کی جا سکتی ہے اور قرآن مجید، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور بزرگانِ اُمّت کے اقوال کی روشنی میں ثابت کیا جا سکتا ہے کہ تشریعی نبوت تو بند ہے مگر ظلّی اور بروزی نبوت حضرت رسالت مآبؐ کے طفیل جاری ہے!

امکانِ نبوّت از روئے قرآن کریم

اس مضمون میں قرآن مجید کی وہ آیات پیش کی جاتی

ہیں جو اُمتِ محمدیہ میں اسلام کی بقاء اور ترقی کے لئے اُمتی نبی کی آمد کے امکان کو ظاہر کرتی ہیں۔

۱۔ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ۔ (الحج ع)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ چنتا ہے اور چنے گا فرشتوں میں سے رسول اور انسانوں میں سے بھی۔

اس آیت میں یصطفی مضارع کا صیغہ ہے جو زمانہ حال اور زمانہ مستقبل کے لئے بطور استمرار آتا ہے۔ اس صورت میں اس کے معنے ہوں گے "چنتا ہے اور چنتا رہے گا"۔ پس ماننا پڑے گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی خدا تعالیٰ رسالت کے سلسلہ کو جاری رکھے گا۔

۲۔ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔
(الاعراف ع۴)

ترجمہ:۔ اے بنی آدم البتہ ضرور آئیں گے تمہارے پاس تم میں سے رسول جو تمہارے سامنے میری آیتیں بیان کریں گے۔ پس جن لوگوں نے تقویٰ کیا اور اپنی اصلاح کی تو ان کو کوئی خوف لاحق نہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس آیت میں قیامت تک کے بنی آدم کا ذکر ہے اس لئے قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔

۳۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (نساء ع۹)

ترجمہ:۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے تو وہ ان لوگوں میں شامل ہو جائیں گے جن پر اللہ نے انعام کیا۔ یعنی نبی، صدیق، شہید اور صالح اور یہ ان کے اچھے ساتھی ہوں گے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ایک انسان صالحیت کے مقام سے ترقی کرکے نبوت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ کہنا مضحکہ خیز ہے کہ یہاں صرف معیت کا ذکر ہے۔ کیونکہ اس صورت میں آیت کے یہ معنے بنیں گے کہ امتِ محمدیہ میں کوئی شخص صالح نہیں بن سکے گا بلکہ وہ محض صالحین کے ساتھ ہوگا۔ کوئی شخص شہید نہیں بن سکے گا بلکہ صرف شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ کوئی شخص صدیق نہیں بن سکے گا بلکہ صرف صدیقوں کے ساتھ ہوگا۔ ایسے معنے کرنے سے امتِ محمدیہ کی صریح ہتک لازم آتی ہے!!

۴۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ

الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ
اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ
مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ
وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ
اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (آل عمران ع ۱۸)

ترجمہ:۔ خدا تعالیٰ مومنوں کو اس حالت پر نہیں چھوڑے گا جس پر کہ اے مومنو! تم اس وقت ہو۔ یہاں تک کہ پاک اور ناپاک میں تمیز کر لے گا۔ خدا تعالیٰ ہر مومن کو غیب پر اطلاع نہیں دیگا (کہ فلاں پاک ہے یا ناپاک) بلکہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے گا بھیجے گا (اور ان کے ذریعہ سے پاک اور ناپاک میں تمیز ہوگی) پس اے مسلمانو! اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو تم کو بہت بڑا اجر ملے گا۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ہمیشہ مومنوں میں تمیز کرتا رہے گا مگر اس طور سے نہیں کہ ہر مومن کو الہاماً یہ بتلا دے کہ فلاں مومن ہے اور فلاں مومن نہیں بلکہ اپنے رسول بھیج کر تمیز کرے گا کہ کون مومن ہے اور کون فاسق؟

۵۔ قرآن کریم میں مومنوں کو یہ دعا سکھائی گئی ہے:
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

ترجمہ:۔ اے اللہ ہم کو سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اپنی نعمت نازل کی۔ یعنی ہم کو بھی وہ نعمتیں عطا فرما جو پہلے لوگوں کو تو نے عطاء فرمائیں۔

وہ نعمتیں کیا تھیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ
اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ
جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ
مُّلُوْكًا (مائدہ ع ۴) موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔ اے قوم! تم خدا کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم میں سے نبی بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا۔

اس سے ثابت ہوا کہ کسی قوم کے لئے نبوت اور بادشاہت بھی نعمت ہوا کرتی ہے۔ جب خود خدا تعالیٰ نے ان نعماء کے مانگنے کا ارشاد فرمایا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ نبوت بند ہے۔

۶۔ اے رسولو! پاک کھانے کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ یہاں رسل کے لفظ سے (جو جمع ہے) صاف ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور رسول بھی آئیں گے۔

۷ (ا) وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ

مهلكوها قبل يوم القيامة
او معذبوها عذابا شديدا
وكان ذلك في الكتاب
مسطورا (بنی اسرائیل ع ۶)

ترجمہ:۔ کہ قیامت سے پہلے پہلے ہم ایک بستی کو عذاب شدید میں مبتلا کریں گے اور یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

(ب) دوسری جگہ فرمایا:۔

وما كنا معذبين حتى
نبعث رسولا (بنی اسرائیل ع ۲)

کہ جب تک ہم نبی نہ بھیج لیں اُسوقت تک عذاب نازل نہیں کیا کرتے۔

(ج) پھر فرمایا:۔

وما كان ربك مهلك القرى
حتى يبعث في امها رسولا
يتلوا عليهم آياتنا (قصص ع ۶)

ترجمہ:۔ کہ خدا تعالیٰ بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان میں کسی رسول کو مبعوث فرمائے تاکہ (عذاب سے قبل) وہ ان کو خدا تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سُنائے اور اُن پر اتمام حجت ہو جائے۔

(د) ایک اور مقام پر فرماتا ہے:۔

ولو انا اهلكنهم بعذاب
من قبله لقالوا ربنا لولا
ارسلت الينا رسولا فنتبع
آياتك من ان نذل ونخزى
(طٰہٰ ع ۸)

اگر ہم نبی کے ذریعہ نشان دکھلانے سے قبل ہی ان پر عذاب نازل کر کے ان کو ہلاک کر دیتے تو یہ ضرور کہہ سکتے تھے کہ اے ہمارے رب تُو نے ہماری طرف کیوں کوئی رسول نہ بھیجا تاکہ ہم اس رسول کی پوری ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے ہی پیروی کر لیتے۔

اِن تمام آیات کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلا کہ خدا تعالیٰ عذاب سے پہلے انبیاء بھیجتا رہے گا۔ آجکل جو عذاب آ رہے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ پھر نبی کا آنا کیوں ممتنع ہو۔

۸۔ اليوم اكملت لكم دينكم (سورۃ بقرہ)

ترجمہ:۔ یعنی آج کے دن ہم نے تمہارا دین کامل کر دیا۔

گویا یہاں قرآن شریف کو مکمل شریعت قرار دیا گیا ہے۔ شریعت کا کام دنیا میں انسان کا خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرانا ہوتا ہے۔ جس قدر شریعت کامل ہوگی اتنا ہی وہ خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کرائے گی۔ چونکہ قرآن شریف ہر طرح سے کامل مکمل شریعت ہے اس لئے وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ تمہارا تعلق بھی کامل پیدا کرتی ہے اور سب سے کامل تعلق جو ایک انسان کا خدا تعالیٰ سے ہو سکتا ہے وہ نبوت ہے۔ سو قرآن کریم اسی وقت مکمل شریعت ہو سکتی ہے جب اس کی پیروی سے نبوت بھی مل سکے۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے اسکو مکمل شریعت کہا ہے اس سے ثابت ہوا کہ اس کی پیروی سے نبوت بھی مل سکتی ہے ◆

انڈونیشیا پر احمدیت کا اثر!

(حضرت مولانا رحمت علی صاحبؓ سابق رئیس التبلیغ انڈونیشیا)

حضرت مولانا صاحب مرحومؓ ان جزائر میں سالہا سال تک تبلیغِ اسلام کا مقدس فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں۔ مندرجہ ذیل فکر افروز تاثرات آپ کی غیر مطبوعہ سوانح حیات کا ایک جزو ہیں۔ (ادارہ)

انڈونیشیا میں احمدیت کے فروغ سے قبل صرف سیاسی شعور ہی کا فقدان نہ تھا بلکہ یہ ملک ہر شعبۂ حیات میں پس ماندہ تھا۔ مذہبی اعتقادات کے لحاظ سے وہاں پر مسلمان دو گروہوں میں تقسیم تھے اور ان دو گروہوں کو دو قومیں قرار دیا گیا تھا۔ ایک قوم کا نام کئوہ اور دوسری کا نام موڈہ تھا۔ کئوہ قوم انتہائی قدامت پسند تھی اور اس کا عقیدہ تھا کہ مذہبی معاملات میں سوائے استاد کے کوئی دوسرا شخص رائے نہیں دے سکتا۔ موڈہ قوم کا یہ کہنا تھا کہ ہر مذہبی معاملے میں استاد پر ہی بھروسہ کر کے نہیں بیٹھ جانا چاہیئے بلکہ خود بھی تحقیقات کرنی چاہیئے۔ بعض خالص مذہبی انجمنیں بھی قائم تھیں اور ان میں عربوں کی انجمن ارشادیہ خاص طور پر قابلِ ذکر تھی۔

بحیثیتِ مجموعی انڈونیشیا کی مذہبی حالت یہ تھی کہ کسی گہرے علمی مسئلہ پر کبھی کوئی گفتگو نہ ہوتی تھی بالکل سطحی مسائل اور معمولی فقہی گفتگو سے آگے کوئی نہ بڑھتا تھا۔ جن مسائل کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی اور جن پر مسلمانوں میں سر پھٹول ہوتی تھی وہ یہ تھے (۱) کیا خالص سیّد اس دنیا میں اس وقت موجود ہیں؟ یا نہیں! (۲) کیا سیّد کا لفظ دوسرے لوگوں کے لئے بھی استعمال ہو سکتا ہے یا یہ صرف آلِ رسولؐ کے لئے مخصوص ہے۔ (۳) بغیر وضو کے قرآن کو چھونا چاہیئے یا نہیں۔ (۴) عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹتا ہے؟ یا نہیں! (۵) مسجد میں کھانا کھا لینا حرام ہے یا حلال؟ ۔۔۔ (۶) کسی شخص کے مرجانے کے بعد اس کی طرف سے خیرات دینا اور اس کی قبر پہ قرآن پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۷) سؤر کا گوشت حرام سہی لیکن کیا سؤر کو بیچنا اسے پالنا یا اسے دے کر اس کے بدلے میں کوئی چیز لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۸) عورتیں قبروں کی زیارت کر سکتی ہیں یا نہیں؟ (۹) نماز میں دعائے قنوت پڑھنا ضروری ہے یا اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی؟ (۱۰) سلوک اسلام میں شامل ہے یا نہیں؟ یہ تھے وہ مسائل جن پر گویا انڈونیشیا کے مسلمان

اپنے سارے مذہب کا دارومدار سمجھتے تھے۔ جہاں تک عمل کا تعلق تھا نماز کی طرف توجہ کم تھی اس کے مقابلہ میں بعض مراسم کو خاص اہمیت حاصل تھی مثلاً معراج النبیؐ کے دن مسجدوں میں بیٹھ کر کھانا کھانا۔ مولود نبی پڑھنا اور کھڑے ہو کر پڑھنا۔ کوئی شخص مر جائے تو اس کے گھر میں اکٹھے ہو کر بڑی بلند آواز سے نعرے لگانا۔ اللہ تعالیٰ کی بیس صفات کا ذکر کرنا اور انجیل کو ہاتھ نہ لگانا۔

احمدیت کا سب سے پہلا اثر انڈونیشیا پر یہ ہوا کہ ان لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ اسلام بعض بالکل سطحی مسائل اور بعض معمولی فقہی امور کا نام نہیں بلکہ اسلام بے شمار اعلیٰ اور ہمہ گیر مسائل پر محیط ہے اور ہر اچھا عمل اس کے فقہی دائرے میں آجاتا ہے۔ علمی مسائل جو اب زیادہ تر زیر بحث آتے ہیں وہ یہ ہیں "کیا مسیح ناصریؑ وفات پا گئے یا زندہ ہیں؟ خاتم النبیین کے معنی؟ جنت اور دوزخ کی حقیقت؟ اسلام دنیا کے معاشرتی اور اقتصادی مشکلات کا کیا حل پیش کرتا ہے؟ کیا اس وقت دنیا کو نبی کی ضرورت ہے یا نہیں؟

میں اوپر بتا چکا ہوں کہ انڈونیشیا میں خود مسلمانوں کو اپنے مذہب کے بنیادی مسائل کا علم نہ تھا۔ چند انجمنیں لازمی طور پر موجود تھیں مگر ان میں سے کسی ایک انجمن کے فرائض میں غیر مذاہب کے لوگوں کو تبلیغ کرنا شامل نہ تھا۔ زیادہ صحیح الفاظ میں یہ کہ بعض خواندہ اور نیم خواندہ مسلمانوں نے اپنی مصلحتوں کے لئے چند انجمنیں قائم کر رکھی تھیں جنکے متعلق زیادہ سے زیادہ حسن ظنی سے کام لیتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مسلمانوں اور صرف مسلمانوں کے مفاد کے لئے تھیں۔ احمدیت نے وہاں پہنچ کر ان لوگوں میں یہ شعور پیدا کیا کہ اسلام دوسرے مذاہب کے لئے بھی ایک تبلیغی مذہب ہے اور صرف یہی نہیں کہ مسلمان محض اپنے آپ کو دیکھیں بلکہ دوسرے لوگوں کو صحیح راستہ دکھانا بھی ان کے اولین فرائض میں شامل ہے۔

اسلام میں مذہب اور سیاست ایک دوسرے سے جدا نہیں مذہبی بیداری کے ساتھ ہی احمدیت کے طفیل انڈونیشیا میں سیاسی شعور کو بھی بتدریج فروغ حاصل ہوا۔ جماعت احمدیہ ایک خالص مذہبی جماعت ہے سیاست بحیثیت محض سیاست کے اس کے دائرۂ عمل سے باہر ہے اور پھر ایک مبلّغ کو سیاست سے کوئی خاص علاقہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم انڈونیشیا کی سیاست پر احمدیت کا بڑا گہرا اثر پڑا اور وہاں حریت کی تحاریک نے بتدریج زور پکڑا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم نے وہاں کی سیاست میں بطور سیاست کے حصہ نہیں لیا لیکن میں اس بات کی طرف اشارہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انڈونیشیا میں احمدیت جن ادوار میں سے گزری انہیں ادوار میں سے وہاں کی تحریک آزادی گزری۔ آج انڈونیشیا مذہبی طور پر بیدار ہے اور سیاسی طور پر آزاد۔ جب کبھی کوئی تیز نگاہ مؤرخ علم النفسیات کی روشنی میں انڈونیشیا کی تاریخ لکھنے بیٹھے گا تو اسے یہ فیصلہ کرنے میں بے حد دشواری پیش آئے گی کہ جو تاریخ وہ لکھ رہا ہے وہ وہاں کی مذہبی بیداری کی تاریخ ہے یا تحریک حریت کی تاریخ!

انڈونیشیا میں احمدیت کے پہنچنے سے پہلے وہاں مسلمان عورتوں کی حالت سخت ناگفتہ بہ تھی۔ لوگ بیک وقت چار چار عورتوں سے شادی کر لیتے۔ ہر دوسرے تیسرے سال بالکل معمولی بہانے پر ایک بیوی کو طلاق دیتے اور نئی شادی کرتے۔ دو ایک سال کے بعد دوسری بیوی کو دھتا بتاتے اور نئی جورو لے آتے۔ یہ سلسلہ کہیں ختم ہونے میں نہ آتا۔ مہر کی رقم دس پندرہ روپے سے زیادہ نہ ہوتی اور عورت کو حقیر ترین چیز تصور کیا جاتا۔ ہم نے مسئلہ تعددِ ازواج کو فلسفیانہ رنگ میں لوگوں کے ذہن نشین کرایا۔ عورت کی قدر و منزلت کے بارہ میں اسلام کے نقطۂ نگاہ سے انہیں آگاہ کیا اور بتایا کہ عورتوں کے حقوق کتنے ضروری اور اہم ہیں۔ آج انڈونیشیا میں ہماری پچیس سال کی تبلیغی مساعی کی بدولت عورت کو بڑی حد تک مساوات کا درجہ حاصل ہو چکا ہے۔ اب بھی لوگ ایک سے زیادہ شادیاں کرتے ہیں لیکن پہلے کی طرح محض ہوس کی وجہ سے نہیں بلکہ انتہائی شرعی ضرورت کے ماتحت۔ طلاقوں کی تعداد بے حد کم ہو چکی ہے آج سے پچیس سال پہلے کی طلاقوں کی تعداد کا مقابلہ آج کی طلاقوں کی تعداد سے کیا جائے تو یقین نہیں آتا کہ یہ ایک ہی ملک کے اعداد و شمار ہیں۔ شادی کے وقت مہر بھی اب حیثیت کے مطابق اڑھائی تین ہزار تک باندھا جاتا ہے۔ عورتوں کی کئی انجمنیں بن چکی ہیں اور وہ اپنے مزید حقوق کے لئے برابر جدوجہد کر رہی ہیں۔ اس صورتِ حال نے انڈونیشیا کی گرہستی زندگی میں توازن پیدا کر کے نہ صرف گھر کے اخلاقی اور روحانی ماحول میں اصلاح کر دی ہے بلکہ اس کا گہرا اثر وہاں کی اقتصادی اور معاشرتی زندگی پر بھی پڑا ہے۔

انڈونیشیا کے پریس سے ہمارے تعلقات بالعموم خوشگوار رہے ہیں۔ مذہبی اختلافات کے باوجود ہم نے اسلامی مسائل کے متعلق وقتاً فوقتاً اسے بہترین مواد مہیا کیا۔ جسے حقیقت یہ ہے کہ وہاں کے پریس نے بہترین طریق پر استعمال کیا۔ ہم نے رائے عامہ پر صرف بحث مباحثہ، لیکچر اور بالمشافہ تبادلۂ خیالات ہی سے اثر نہیں ڈالا بلکہ پریس کے توسط سے بھی ہم اس پر اثر انداز ہوئے۔ ابتدا میں ہماری مساعی کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور بعض مدیرانِ جرائد علمائے سوء کی غلط بیانیوں سے متاثر ہو جاتے تھے لیکن جوں جوں ہمارے ذاتی تعلقات ان اخبارات سے بڑھتے گئے اور ہم تعمیری سکیمیں ان کے سپرد کرتے گئے۔ انہیں ہمارے خلوص، جوشِ عمل، ایثار اور ولولۂ ایمان کا یقین ہوتا گیا۔ جس طرح ہم نے انڈونیشیا کے لوگوں کو راہِ راست دکھانے میں اپنی بساط کے مطابق کوئی کوتاہی نہ کی اسی طرح وہاں کے اخبارات نے بھی ہمارے ساتھ تعاون کیا اور ہماری مساعی کی صحیح طور پر اشاعت کرنے سے گریز نہ کیا۔

ہمارے اتنے ذرائع نہ تھے اور نہ ہمارے پاس اتنا وقت تھا کہ ہم اپنے اخبارات و جرائد جاری کرتے پھر بھی باڈانگ سے ہم نے ایک رسالہ "اظہار الحق" جاری کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے بند ہو جانے پر ایک دوسرا رسالہ "اسلام" اشاعت پذیر ہوا۔ ان کے

علاوہ بٹاوی میں ایک رسالہ "سینار اسلام" جاری کیا۔ ایک اور رسالہ "الھدیٰ" سنڈا زبان میں جاری کیا گیا۔ اِن رسائل نے ہمارے مقاصد کی اشاعت میں بڑی مدد دی۔

انڈونیشیا میں قیام کے دوران خاکسار نے تیس کے قریب کتابیں تصنیف و تالیف کیں۔ اِسی طرح دوسرے مبلغین نے بھی متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ اِس طرح احمدیت کے متعلق وہاں کی زبانوں میں اچھا خاصہ لٹریچر وہاں موجود ہے۔

حرفِ آخر

گزشتہ پچیس سال کے عرصہ میں مجھے انڈونیشیا میں جس خدمتِ اسلام کا موقع میسر آیا وہ محض حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی کے فیضانِ کرم کا نتیجہ تھا۔ ہر ابتلاء ہر مشکل اور ہر آزمائش میں مجھے ہمیشہ یہ اطمینان رہا کہ مجھ میں لاکھ کوتاہیاں سہی حضرت امیرالمومنین کی دعائیں خدا کی رحمت کو جوش میں لانے کے لئے کافی ہیں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ میری تکلیفوں پر حضرت امیرالمومنین کے ہاتھ دعا میں آسمان تک بلند ہیں اور آپ کے ہلتے ہوئے لبوں کے ارتعاش سے کائنات لرزہ براندام ہے۔

نو احمدی احباب سے گزارش

ہے کہ وہ اپنے احمدی ہونے کے حالات مختصراً تحریر کرکے ہمیں بھجواتے رہیں تا خالد میں یہ کالم مستقل طور پر جاری رکھا جائے۔ (ادارہ)

مبشر خورشید راولپنڈی

غزل

ظلمت کی گھٹاؤں کو زمانے سے مٹا دے
اب جشنِ بہاراں کی خبر بادِ صبا دے

جس دل نے گذاری ہے تری یاد میں اک عمر
اے دوست بھلا اب وہ تجھے کیسے بھلا دے

ہمت ہے نہ طاقت ہے نہ امید ہے کوئی
منزل کو مرے پاس کوئی کاش بلا دے

روداد جو لکھی گئی ہو خون سے اے دوست
کوئی تجھے بہلانے کو وہ کیسے سنا دے

مے خانۂ دل میں تو ہے بس ہوش اسی کو
خورشید جو خود ہوش کو ہاتھوں سے لٹا دے

بیادگار حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ

قبولِ احمدیت کے ایمان افروز واقعات

(مکرم میاں اقبال سعید صاحب بی۔اے۔بی ایڈ۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ)

خاکسار نے شدید بیماری کی حالت میں ایک ایمان افروز خواب کی بناء پر احمدیت کے نور کو شناخت کیا۔ میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر قبولِ احمدیت کی کیفیت بیان کرتا ہوں تقریباً دس سال قبل جب میں ایف۔اے کا طالب علم تھا موسم گرما میں شدید طور پر بیمار ہوا۔ مجھے ہر روز بخار ہو جاتا تھا۔ سردی لگتی اور جسم کانپنے لگتا اور بخار ہو جاتا اور میں رضائی لپیٹ کر لیٹ جایا کرتا۔ ایک دوپہر کو مجھے بہت زیادہ سردی لگی اور میں نے محسوس کیا کہ میں اب زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ بخار کی شدت سے میری پیشانی جل رہی تھی۔ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میرے جسم کا درجہ حرارت ۱۰۴ فارن ہیٹ سے بھی اوپر ہے۔ اسی حالت میں ایسا محسوس ہوا کہ گویا مجھ پر بے ہوشی کی حالت طاری ہو گئی ہے۔ اسی کیفیت میں میرے لب ہلنے شروع ہوئے اور بے ساختہ میری زبان سے ایسے اشعار جاری ہوئے جن میں خدا تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کا ذکر ہے۔ اور اس کے برگزیدہ رسول مقبول صلعم کی تعریف و توصیف ہے۔ یہ اشعار جلدی جلدی پڑھ رہا ہوں۔ میں خود حیران ہو رہا تھا کہ یہ کونسی طاقت ہے جو مجھے شعر پڑھوا رہی ہے ورنہ اب بھی بی۔اے اور بی۔ایڈ کرنے کے بعد بھی مجھے گنتی کے اشعار بمشکل یاد ہو سکے ہیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میری زبان نہایت تیزی سے چل رہی تھی۔ اسی عالم میں نے دیکھا کہ میں ایک بہت اونچے پہاڑ پر کھڑا ہوا اور تمام اسلامی ممالک میری نظر کے سامنے ہیں۔ ایک عظیم الشان لشکر پاکستان سے روانہ ہو کر اسلامی ممالک میں سے گزر رہا ہے۔ اس عظیم الشان لشکر کے سپاہی سبز لباس پہنے ہوئے باریش بزرگ تھے۔ کچھ سپاہی خوبصورت گھوڑوں پر سوار تھے اور علم ان کے پاس تھے۔ کچھ عسکری پیدل چل رہے تھے لیکن پیدل چلنے والوں میں بھی ایک عجیب وقار اور دبدبہ تھا۔ یہ سب کے سب حمدیہ اور نعتیہ کلام پڑھ رہے تھے۔ بعض سپاہیوں نے بڑے بڑے جھنڈے اٹھائے ہوئے تھے۔ اس لشکر کو دیکھ کر میں بہت حیران ہوا کہ ایسا بے مثال لشکر کس کا ہے اور کہاں جا رہا ہے۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ پردۂ غیب سے آواز آئی۔

"یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر ہے اور حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ

کی سپہ سالاری میں اسلام کا
جھنڈا دنیا میں سب سے اونچا بلند
کرنے کے لئے جا رہا ہے۔ اور وہ
وقت دور نہیں جب تمام دنیا میں
اسلام کا بول بالا ہوگا اور حضرت
رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا
جھنڈا سب سے بلند ہوگا۔"

پھر بے ساختہ میرے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی اس عظیم الشان لشکر میں مل جاؤں۔ اور میری زبان سے یہ الفاظ جاری ہوتے ہیں کہ میں بھی اس لشکر میں شامل ہو گیا ہوں اور میں احمدی ہو گیا ہوں۔۔۔ چنانچہ میں لشکر میں شامل ہو کر وہی اشعار پڑھنے لگا ہوں اس کے بعد لشکر آہستہ آہستہ میری نظر سے اوجھل ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میرا جسم پسینہ سے شرابور تھا اور مجھے یقین کامل تھا کہ میں بچ جاؤں گا!!

چنانچہ میں چند دن بعد صحت یاب ہو گیا۔ میں نے یہ خواب اپنے غیر احمدی استاد کو (جو امام مسجد بھی ہیں) سنایا۔ انہوں نے طنزاً کہا کہ "یہ سب بخار کی کرامات ہیں اور دماغی توازن کھو بیٹھنے کی علامت ہے"۔ لیکن یقین جانئے ان کی یہ طنز مجھے بے جان معلوم ہوئی کیونکہ میں محسوس کر چکا تھا کہ احمدیت حق ہے۔ میری دنیا ہی اس خواب نے بدل ڈالی۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی نامعلوم طاقت نے مجھے تنگ و تاریک کنوئیں سے نکال کر روشنی کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کا راستہ دکھا دیا ہے اس خواب سے میری حالت عجیب تھی۔ طبیعت میں سکون اور اطمینان پیدا ہو گیا تھا۔ میری روح خوشی سے ناچ رہی تھی۔ جیسے مجھے کسی عظیم الشان مستور خزانے کی کنجیاں مل گئی ہوں اور میرا دل مسرت و انبساط کی وجہ سے کھلے ہوئے گلاب کی مانند ہو گیا۔ لیکن وہ بے قرار بھی تھا اور ضدی بچے کی طرح مچل بھی رہا تھا کہ میں نے جلد از جلد اس "لشکر قدوسیاں" میں شامل ہونا ہے۔ چنانچہ میں نے اس خواب کے بعد احمدیت قبول کر لی کیونکہ اس خواب کے بعد میرے دل و دماغ میں یہ احساس میخ کی طرح دھنس گیا تھا کہ اگر احمدیت قبول نہ کی تو میں زندہ نہ رہ سکوں گا!! میں نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ میرے والدین بھی احمدی ہو گئے ہیں۔ چنانچہ میرے بعد بہت جلد انہوں نے بھی اس نور کو شناخت کر لیا۔

فالحمد للہ رب العالمین

انتخاب و اقتباس

(بقیہ صفحہ ۱۴)

بے چون و چرا حکم کی تعمیل کرو تم
تعزیرِ الٰہی سے شب و روز ڈرو تم

جو نائبِ سرکارِ شہِ ہر دو سرا ہو
اس کے بھی ہر اک حکم کی تعمیل سدا ہو

(الذنیانِ عرش صفحہ ۱)

حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

احمدی کا ترانہ

طلب گارِ فضلِ الٰہی ہوں مَیں ۔۔۔ فداکارِ ملّت سپاہی ہوں مَیں

مسافر ہوں دُنیا میں دو روز کا ۔۔۔ کہ عقبیٰ کی منزل کا راہی ہوں مَیں

محمدؐ ہی پاکوں کے سردار ہیں ۔۔۔ تہِ دل سے مُسلم الٰہی ہوں مَیں

گُلستانِ احمدؑ کا بُلبل بنا ۔۔۔ مناجات گوئے پگاہی ہوں مَیں

امام الامم مہدئ حق مسیح ۔۔۔ غلامی پہ ان کی مُباہی ہوں مَیں

خلافت ہے برحق۔ مبائع ہوا ۔۔۔ بغیر اس کے تو بے پناہی ہوں مَیں

خدا نے جو تحریک کی ہے جدید ۔۔۔ مطیعِ ہدایاتِ شاہی ہوں مَیں

پئے خدمتِ دیں کمر باندھ کر ۔۔۔ نثارِ رہِ قبلہ گاہی ہوں مَیں

کہ خدّام و انصار و اطفال سے ۔۔۔ کسی ایک کا فردِ جاہی ہوں مَیں

ترے فضل کا ہر دم امیدوار

خطا کار اکمل الٰہی ہوں میں

ڈاکٹر کیپٹن صلاح الدین احمد صاحب
کوئٹہ

دانتوں کی صحت اور انکی حفاظت

دانتوں کی صحت اور ان کی حفاظت کے بارہ میں کچھ عرض کرنے سے پہلے یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ دانتوں کی صحت سے مراد صرف دانتوں کی صحت ہی نہیں بلکہ اس میں مسوڑھوں اور اس ہڈی کی صحت بھی شامل ہے جس میں دانت پھنسے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر ہمارے مسوڑھے یا جبڑے کی ہڈی صحت مند نہیں تو لازمی طور پر اس کا اثر دانت پر بھی پڑے گا۔ لہذا جہاں دانتوں کا صحت مند ہونا نہایت ضروری ہے وہاں جبڑے کی ہڈی اور اور مسوڑھوں کا صحت مند ہونا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔

دانتوں کی عام بیماریاں

دانت دو مختلف اوقات میں اُگتے ہیں۔ اوّل جب بچہ کی عمر چھ ماہ کے لگ بھگ ہوتی ہے۔ یہ ابتدائی دانت دودھ کے دانت کہلاتے ہیں۔ دانت نکلنے کے زمانہ میں بچہ کی عام صحت کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ ان ایام میں بچوں کو عموماً اسہال، آشوبِ چشم یا بخار کی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور اگر بچے کا خاطر خواہ علاج نہ کروایا جائے تو اس کے دانت کمزور رہتے ہیں جو جلد ہی خراب ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور اکثر اوقات کھائے سے جاتے ہیں اسلئے دانت نکلنے کے ایام میں بچہ کی صحت کا بہت خیال رکھنا چاہیئے اور اسے جو بھی تکلیف ہو اس کا فوری علاج ہونا کروانا چاہیئے۔ مستقل دانت کوئی چھ سات برس کی عمر میں دودھ کے دانتوں کی جگہ لینا شروع کرتے ہیں۔ جب دودھ کے دانت ایک ایک کر کے اُکھڑتے جاتے ہیں اور نہ نئے اور مستقل دانت ان کی جگہ اُگتے جاتے ہیں۔ ان نئے دانتوں کے اُگنے کے ایام میں بھی بچہ کی صحت کا بہت خیال رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اس اسٹیج پر بھی کئی بیماریاں اکثر دانتوں پر اپنے بد اثرات چھوڑ جاتی ہیں۔ چنانچہ بیماری کی حالت میں اُگنے والے دانت عموماً کمزور ہوتے ہیں اور اکثر اوقات بدرنگ اور بدشکل بھی ہوتے ہیں۔

دانتوں کی سب سے عام بیماری وہ ہے جسے عرفِ عام میں "کیڑا لگنا" کہتے ہیں۔ یہ بیماری عام طور پر دانت گندے ہونے کی وجہ سے ہو جاتی ہے۔ عدمِ صفائی کے باعث دانتوں اور مسوڑھوں کی بعض اور بھی بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں اسلئے دانتوں کو صاف رکھنا انکی صحت کے لئے بے حد ضروری ہے۔

دانتوں کی صفائی کے طریقے

دانت مختلف طریقوں اور متعدد دوائیوں یا پاؤڈروں اور منجنوں کی مدد سے صاف کئے جا سکتے ہیں۔ مگر صفائی کا تسلیم شدہ بہترین طریق ٹوتھ برش اور پیسٹ کا استعمال ہے۔ اس کے علاوہ کئی اور ذرائع بھی استعمال ہوتے ہیں مگر بحیثیت مجموعی برش کا استعمال ہی بہترین ذریعہ صفائی

ہے تاہم یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ برش استعمال کرنے کا بھی ایک خاص ڈھنگ اور طریقہ ہے جسے اگر مدِّنظر نہ رکھا جائے تو فائدہ کی بجائے نقصان کا موجب بن سکتا ہے۔

برش کے ذریعہ دانتوں کی صفائی کا صحیح طریق یہ ہوگا کہ ہمارا برش مسوڑھوں سے حرکت شروع کرکے دانتوں کی جانب آئے اور دانتوں پر ان کو صاف کرتے ہوئے اس کی حرکت ختم ہو۔ برش کو کسی اور رُخ پر حرکت نہیں دینی چاہیئے۔ بالخصوص اسے دانتوں سے مسوڑھوں کی طرف نہیں چلانا چاہیئے ورنہ مسوڑھوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ دانتوں کی صفائی کے لئے مسواک دنداسہ یا بعض اور درختوں کی چھال وغیرہ (جن میں عموماً وافر مقدار میں TANNIN پائے جاتے ہیں) بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مگر ان کے استعمال میں بھی یہی برش والا اصول مدنظر رہنا چاہیئے ورنہ ان سے صحیح فائدہ نہیں اٹھایا جا سکے گا۔

اسلام کی دیگر ادیان پر ایک فضیلت

حضرت بانیٔ اسلام علیہ السلام کو دانتوں کی صفائی کا بے حد خیال رہتا تھا۔ مسواک کرنا آپ کی سنت ہے جسے آپ دن میں کئی کئی مرتبہ استعمال فرماتے۔ عین عالمِ نزع میں بلکہ وفات سے چند ہی لمحات پیشتر آپ نے اشارہ سے مسواک طلب فرمائی اور اس سے اپنے دندانِ مبارک صاف کئے۔ احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کو اچھی طرح منہ میں پھیرتے تھے اور خاص طور پر اسے اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر حرکت دیتے تھے تا دانتوں کی درمیانی درزوں کی اچھی طرح سے صفائی ہو سکے ڈاکٹروں نے تو بہت بعد میں یہ صحیح طریق معلوم کیا ہے۔ ورنہ مسلمانوں میں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت پہلے سے اس بارہ میں حضور علیہ السلام کا عملی نمونہ موجود تھا۔ کسی بھی اور مذہب میں صفائی کے طریقوں کو اس قدر تفصیل سے اور سائنٹفک بنیادوں پر نہیں بیان کیا گیا اور منجملہ دیگر فضائل کے یہ بھی اسلام کی دیگر تمام ادیان پر ایک بہت بڑی فضیلت ہے۔

دانتوں کو کیڑا لگنا

دانتوں کو کیڑا لگنے سے مراد دانتوں کا کھایا جانا یعنی ان میں کالی سی کھوڑوں کا بن جانا ہے۔ یہ کھوڑیں ایک نہایت ہی باریک جرثومہ کی وجہ سے بن جاتی ہیں اور آہستہ آہستہ دانت کو کھا جاتی ہیں۔ کئی لوگ کیڑا لگنے سے مراد کسی ایسے کیڑے کا دانت میں گھس جانا سمجھتے ہیں جو کہ INSECTS کی قسم کا ہوتا ہے اور جس کو ان کے خیال کے مطابق اگر نکال دیا جائے تو دانت ٹھیک ہو جاتا ہے۔ یہ مفروضہ سراپا غلط ہے۔

دانتوں کو اکثر آئینہ میں دیکھتے رہنا چاہیئے اور اگر کہیں کالا سا داغ نظر آئے یا کوئی کھوڑ نظر آئے تو ڈینٹل سرجن سے مشورہ کرنا چاہیئے اور پھر اس کے مشورہ پر عمل کرنا چاہیئے کھوڑیں شروع شروع میں قابلِ علاج ہوتی ہیں۔ اور چاندی یا سونے سے ان کو بھرا جا سکتا ہے اور اس طرح دانت کو آئندہ کے لئے محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر اسے اس وقت بھروا نہ دیا جائے تو بالآخر دانت میں شدید درد اٹھنا شروع ہو جاتا ہے جس کے باعث اکثر اوقات دانت نکلوا دینا پڑتا ہے۔

(باقی آئندہ)

جنید ہاشمی بی۔اے

انتخاب و اقتباس

۱۔ اشرف المخلوقات

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کے جسم کے اندر ہر قسم کی صلاحیتیں اور قابلیتیں ودیعت کی ہیں لیکن ان صلاحیتوں اور قابلیتوں کو اعتدال کے اندر رکھا ہے۔ اس کے مقابل میں درندوں، پرندوں اور چرندوں کو بعض ایسی صلاحیتوں کے قابل بنایا ہے کہ اپنے بچاؤ اور حصولِ خوراک کے لئے اپنے ماحول کے مطابق اُن سے کام لے سکتے ہیں۔ انسان انکو مفتوح و مغلوب کرنے کے لئے مصنوعی طریق ہی استعمال کرتا ہے مثلاً تیز رفتاری کو ہی لیجئے انسان زیادہ سے زیادہ ۲۵ میل فی گھنٹہ دوڑ سکتا ہے اسکے مقابل میں ریس کا گھوڑا ۵۴ سے ۵۰ میل، غزال ۶۵ میل، چیتا ۷۰ میل، شاہین ۱۸۰ میل، سوئفٹ چڑیا ۲۰۰ میل فی گھنٹہ تک دوڑ سکتے ہیں۔ پھر چھلانگ کا ریکارڈ ۲۶ فٹ ۸½ انچ ہے حالانکہ کنگرو ۳۰ فٹ اور غزال ۴۰ فٹ، بلکہ جربوا چوہا (۲ گ لمبا) ۱۵ فٹ تک کود سکتا ہے (یعنی اپنے قد کے لحاظ سے انسان کو اسکے مقابل میں ۲۰۰ فٹ تک چھلانگ لگانی چاہیئے۔) پھر قد کے لحاظ سے نیلی وہیل مچھلی ۱۰۸ فٹ لمبی ہوتی ہے اور وزن میں ۴۰۰۰ پونڈ بے بی وہیل اپنی ماں سے نصف لمبی ہوتی ہے اور ۳۲۰۰ فٹ سمندر کی تہہ میں چلی جاتی ہے۔ سچ ہے "قدرت جو پیدا کرتی ہے، وہ ناممکن ہوتا ہے"!

(ایک فلاسفر)

۲۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت

یہ جنگ عظیم کے دنوں کی بات ہے انگلستان کے ایک بمبار ہوائی جہاز میں ایک پادری صاحب بھی سوار تھے۔ جہاز کے اردگرد ہوائی بم اور راکٹ پھٹ رہے تھے۔ دشمن کے جہاز بھی منڈلا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر پادری صاحب نے حوصلہ افزائی کیلئے داخلی ٹیلیفون پر کہا۔

"بہادرو! ڈرو نہیں۔ خدا ہمارے ساتھ ہے"

جہاز کی دُم میں بیٹھا ہوا توپچی فوراً بول اٹھا:۔

"وہ کہیں اگلے حصہ میں بیٹھا ہو گا۔ صاحبو! اس طرف تو کوئی نہیں"!

ابھی چند لمحے ہی گذرے ہوں گے کہ ایک گولہ ہوائی جہاز کی پچھلی طرف لگا اور بغیر پھٹے ہوئے توپچی کے سامنے سے آر پار نکل گیا۔۔۔۔ دو ایک لمحے تک سب کا خون خشک ہو گیا۔۔۔ پھر توپچی نے ٹیلیفون پر کہا:۔

"یارو معاف کرنا! خدا یہاں بھی آ گیا ہے"!

ہے تو یہ لطیفہ ہی لیکن سچ ہے خدا کی ہستی کا ثبوت مصیبت کے وقت مل ہی جاتا ہے۔

۳۔ حکمِ اطاعت:۔

یاایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تولوا عنہ وانتم تسمعون (سورہ انفال)

ایمان طلب ہو تو اطاعت بھی کرو تم
اللہ و پیمبر کی غلامی میں رہو تم

(باقی صفحہ ۳۶ پر)

یومِ والدین

شعبہ اطفال الاحمدیہ کے نئے پروگرام میں "یومِ والدین" منانے کی سکیم پر بعض مجالس عمل کر چکی ہیں۔ مثلاً گھاریاں، لائل پور، کراچی، پشاور، سرگودھا وغیرہ اور ضلع لائل پور کی چند دیہاتی مجالس نے بھی اس سکیم سے استفادہ کیا ہے۔ ۱۲ مئی کو راولپنڈی کی مجلس نے نہایت دلچسپ رنگ میں "یومِ والدین" کی تقریب منائی۔ بچوں کی تقاریر اور اعلیٰ علمی مقابلے ہوئے۔ والدین کے نمائندگان نے بھی تربیتِ اولاد کے موضوع پر مختلف پیرایوں میں روشنی ڈالی۔ سامعین میں ممبرات لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ کی حاضری بھی حوصلہ افزا تھی۔ اس موقعہ پر مجلس راولپنڈی کی درخواست پر محترم صاحبزادہ میرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے ایک خاص پیغام بھی بھجوایا تھا جو دیگر مجالس اور خدام کی راہنمائی کیلئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ جملہ مجالس سے درخواست ہے کہ وہ ان ہدایات کی روشنی میں اپنی اپنی جگہ پر یومِ والدین کی اہم تقریب کو شایانِ شان طریق پر منانے کا جلد از جلد موزوں انتظام کریں۔

(مہتمم اطفال الاحمدیہ مرکزیہ)

صدرِ مجلس کا پیغام

مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں "یوم والدین" کی تقریب کے لئے جس کا وہ اہتمام کر رہے ہیں کوئی پیغام لکھ بھیجوں۔ سو میں چند سطور اُن کی خواہش کے احترام میں لکھ کر بھیج رہا ہوں:-

میں نے جب اطفال الاحمدیہ کے پروگرام میں اس بات کو شامل کیا تھا کہ آئندہ مجالس یوم والدین کی تقریب کا اہتمام کیا کریں تو میرے مدِنظر اس کے دو فوائد تھے۔ اوّل احمدی نوجوانوں اور بچوں کی اصلاح اور تربیت کا جو پروگرام مجلس خدام الاحمدیہ کے مدِنظر ہے اس کے لئے بچوں کے والدین کی ہمدردی اور عملی تعاون حاصل کیا جائے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ خدا کے مامور جو دنیا میں آتے ہیں اُن کے وجودِ مقدس میں جاذبیت اور مقناطیسی اثر ہوتا ہے کہ جو لوگ اُن کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں اُن میں اس مقدس ہاتھ کے لگنے سے ایک پاک تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور خود بخود اُن کے دل میں اصلاح کا خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ خدا کے نبی اُس پارس کی طرح ہوتے ہیں جو خاک کو سونا

بنا دیتا ہے۔ وہ اُس برقی رَو کی طرح ہوتے ہیں جو اپنے متبعین میں بھی برقی رَو پیدا کر دیتے ہیں جس طرح بیٹری کو چارج کیا جاتا ہے لیکن بعد میں آنے والی نسلوں کا یہ حال نہیں۔ ان کی اصلاح کے لئے اور نبی کے لائے ہوئے پیغام کو اُن کے سینوں میں محفوظ کرنے کے لئے تا وہ نسلاً بعد نسلٍ سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا چلا جائے اور اسے ہوا نہ لگ جائے مسلسل جدّ وجہد اور اَن تھک کوششوں اور منظم سعی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب تک جماعت کے سارے طبقے اور سب حصے مل کر اس فریضہ کی طرف توجہ نہ دیں یہ بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی۔ ضرورت ہے کہ اصلاح کے اِس کام کو کامیابی سے چلانے کے لئے جماعت کے سب افراد بچے، بوڑھے، جوان، عورتیں، مرد، ماں باپ، بچے، بھائی بہن مل کر کوشش کریں اور ہر ایک دوسرے کو ہوشیار کرنے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقصد پر قائم کرنے کی کوشش کرے۔

مجھے اِس بات کا شدید احساس ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ ابھی تک والدین کا عملی تعاون اور دلی ہمدردی حاصل نہیں کر سکی بلکہ بعض جگہ تو والدین اس تنظیم کو اپنے حقوق و اختیار میں دخل اندازی سمجھتے ہیں اور اِس تنظیم سے ایک گونہ خفا لفت رکھتے ہیں۔ قصور اس میں یقیناً ہمارا ہی ہے۔ اگر ہم نے اپنی تنظیم کو خدا اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریق پر چلایا ہوتا اور اپنے عمل سے والدین پر ثابت کیا ہوتا کہ ہم تو اُن کے اور اُن کی اولاد کے خادم ہیں، ہم اُن کے سچے ہمدرد اور بہی خواہ ہیں، ہمارا مقصد صرف اور صرف اُن کی اولاد میں صحیح اسلامی تعلیم کو قائم کرنا اور انہیں خدا سے دُوری کے جہنم سے بچانا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ والدین ہم سے کھنچتے یا ہماری کوششوں کا بُرا مناتے بلکہ یقین ہے کہ وہ ہمارے ممنون ہوتے اور دلی تعاون کے ساتھ ہمارے کام میں مدد کرتے۔ دوسری طرف میں احمدی بچوں کے والدین سے بھی گزارش کروں گا کہ بے شک ہم نے کوتاہیاں ہوئی ہیں لیکن ہماری نیت نیک ہے اور مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ اُن کی اولاد کے دل میں احمدیت کی تعلیم زندہ رہے اور خدا اور اُس کے رسول کے فرمانبردار اور اُن سے محبت کرنے والے ہوں۔ وہ پاکباز اور نفع مند وجود بنیں اور اپنی زندگی اور خداداد طاقتوں کو محض دنیا طلبی اور بے مقصد زندگی گزار کر ضائع نہ کریں۔

پس میں احمدی والدین کو اُن کا فرض یاد دلاتے ہوئے یہ یقین دلاتا ہوں کہ مجلس خدام الاحمدیہ میں شمولیت اور اس کے کاموں میں حصہ لینے میں سراسر اُن کے بچوں کا فائدہ ہے۔ اِس طرح سے اُن کی قابلیتیں روبکار آئیں گی، اُن میں نیکی اور تقویٰ پیدا ہوگا، اُن میں دین کے لئے جاں نثاری اور بنی نوع انسان کی خدمت کا احساس پیدا ہوگا۔ پس انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کو اس تنظیم کا رُکن بننے کی تلقین کرتے رہیں اور خود بھی اس کے پروگرام میں دلچسپی

لیں اور تعاون کریں تاکہ ہم سب مل کر آئندہ نسلوں کی اصلاح کے مقصد کو جس کے بغیر احمدیت کامیاب نہیں ہو سکتی پورا کریں۔ پس میں والدین سے نہایت انکسار اور محض ہمدردی کی بناء پر درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجلس کے اصلاحی پروگرام میں ہماری مدد کریں جو خود اُن کی اولاد کی مدد ہوگی۔ اور پس اُن کو خدا تعالیٰ کا فرمان یاد دلاتا ہوں قُوا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيكُمْ نَارًا کہ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ گندی زیست اور دنیا کی محبت اور خدا سے دُوری ایک دوزخ ہے جس کا نتیجہ ابدی جہنم کی آگ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری اولاد کو اس آگ سے بچائے۔

یوم والدین کی تقریب سے دوسرا مقصد میرا یہ تھا کہ اولاد کے دلوں میں ماں باپ کے احسانوں کا احساس اور اُن کا ادب پیدا کیا جائے۔ مغربی فلسفہ اور دجل کے پھیلائے ہوئے وساوس کی یہ لعنت ہے کہ نئی پود میں والدین کا وہ احترام نہیں جو کہ مذہب اسلام سکھاتا ہے۔ بلکہ دیکھا جاتا ہے کہ اکثر بچوں میں ہرگز یہ احساس نہیں ہوتا کہ والدین جو اُن کو پالتے ہیں تو اِس کے لئے کتنی قربانی اور جانفشانی اور دُکھ اُٹھاتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ اُن کے ماں باپ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ظہور اور خدا کی رحمت کو عیاں کرنے والے ہوتے ہیں۔ اسی لئے ہمارے حضور صلعم ہمارے ماں باپ ان پر قربان ہوں فرمایا کرتے تھے کہ جو اپنے باپ کو خوش نہیں کرتا اس سے خدا بھی خوش نہیں۔ اسی طرح لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! مجھ پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے فرمایا تیری ماں کا۔ اس نے عرض کی پھر کس کا؟ فرمایا تیری ماں کا۔ اُس نے عرض کی اِس کے بعد؟ فرمایا اس کے بعد تیرے باپ کا حق تجھ پر سب سے زیادہ ہے۔

پس میں اطفال الاحمدیہ سے بھی کہتا ہوں کہ وہ والدین کے احسانوں کی قدر اور اُن کا صحیح ادب سیکھیں کیونکہ ہم اپنے ماں باپ کی محبت کے آئینہ میں اپنے پیدا کرنے والے کی رحمت کا عکس دیکھتے ہیں اور اُن کی خوشنودی میں ہمارے رب کی خوشنودی ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق دے اور ہماری کوششوں میں اپنے فضل سے برکت دے تا وہ دن جلد آئے کہ ہم اپنے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو تمام جھنڈوں سے بلند اُڑتا ہوا اور آپ کے دین کو سب دینوں پر غالب آتا اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ آمین +

والسلام

خاکسار

مرزا رفیع احمد ۱۲/۵/۶۳

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

دسویں مرکزی تربیتی کلاس

مجلس خدام الاحمدیہ کی دسویں مرکزی تربیتی کلاس ۱۹ر اپریل تا ۳ر مئی ۱۹۶۳ء ربوہ میں منعقد ہوئی۔ امسال اس کلاس میں ۳۸ مجالس کے ۱۶۰ نمائندہ خدام نے شرکت کی جبکہ گزشتہ سال ۳۹ مجالس کے ۱۰۷ خدام شریک ہوئے تھے۔
امسال شریک ہونے والے نمائندوں کی تفصیل درج ذیل ہے:-

نمبر شمار	نام مجلس	تعداد	نمبر شمار	نام مجلس	تعداد
۱	لائلپور شہر	۱۵	۱۸	بدوملہی ضلع سیالکوٹ	۱
۲	جڑانوالہ ضلع لائلپور	۲	۱۹	سرگودھا شہر	۱
۳	گھسیٹ پورہ 〃	۲	۲۰	بھیرہ ضلع سرگودھا	۲
۴	چک ۹۶ گ۔ب 〃	۴	۲۱	خوشاب 〃	۱
۵	چک ۶۹ گ۔ب 〃	۱	۲۲	بہاولپور	۱
۶	چک ۳۷۳ گ۔ب 〃	۱	۲۳	پشاور	۳
۷	لاہور شہر	۱۳	۲۴	مردان	۱
۸	گنج مغلپورہ	۱	۲۵	جھنگ صدر	۳
۹	راولپنڈی شہر	۱۲	۲۶	کوٹ سلطان ضلع جھنگ	۱
۱۰	گجرات شہر	۳	۲۷	چک $\frac{5}{8-L}$ 〃	۱
۱۱	فتح پور ضلع گجرات	۱	۲۸	اوکاڑہ ضلع منٹگمری	۱
۱۲	کھاریاں 〃	۳	۲۹	جہلم شہر	۴
۱۳	کوٹیڑھا 〃	۱	۳۰	نواب شاہ	۱
۱۴	کھوکھر غربی 〃	۱	۳۱	ملتان	۱
۱۵	سیالکوٹ شہر	۶	۳۲	کوئٹہ	۲
۱۶	چونڈہ ضلع سیالکوٹ	۱	۳۳	کراچی	۲
۱۷	موسے والا 〃	۱	۳۴	رحیم یار خان	۲

نمبر شمار	نام مجلس	تعداد	نمبر شمار	نام مجلس	تعداد
۳۵	شیخوپورہ شہر	۲	۳۷	حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ	۱
۳۶	چوہڑ کانہ ضلع شیخوپورہ	۱	۳۸	ربوہ	۶۰

اِس تربیتی کلاس کا افتتاح مؤرخہ ۱۹ اپریل بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر مسجد محمود میں عمل میں آیا۔ محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ٹھیک پانچ بجے تشریف لائے۔ کلاس میں شامل ہونیوالے خدام سے تعارف اور مصافحہ کے بعد افتتاح کی کارروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی۔ محترم صدر صاحب نے افتتاحیہ خطاب سے قبل حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کا وہ رُوح پرور اور ایمان افروز پیغام پڑھ کر سُنایا جو آپ نے ازراہ شفقت کلاس میں شریک ہونیوالے خدام کے نام ارسال فرمایا تھا (یہ پیغام خالد کے آئندہ شمارہ میں درج کیا جائے گا۔ انشاء اللہ)

بعد ازاں آپ نے خدام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج سے یہ پندرہ روزہ کلاس شروع ہو رہی ہے جس میں قرآن کریم، حدیث شریف اور کتب حضرت مسیح موعودؑ کے مقررہ نصاب کے علاوہ دیگر مضامین بھی پڑھائے جائیں گے۔ دراصل دوسرے علوم بھی قرآن مجید کے خادم اور اسے سمجھنے میں ممد و معاون ہیں۔ ظاہر ہے کہ اِن محدود ایام میں ان علوم کی تفاصیل سے آگاہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ صرف ابتدائی اور اصولی باتوں کو ہی کسی حد تک ذہن نشین کرایا جا سکتا ہے۔ لہذا آپ کو کلاس کے مجوزہ پروگرام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانیکی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ اِس کلاس کی اغراض و مقاصد میں سے سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ آپ دینی تعلیم و تربیت سے بہرہ ور ہو سکیں اور واپس اپنی اپنی مجالس میں جا کر مفید کام سرانجام دیتے ہوئے اپنے حلقہ کے خدام کی راہنمائی کا موجب بھی بن سکیں۔ لہذا آپ کو چاہیئے کہ آپ پورے شغف اور گہرے انہماک سے علم دین کے حصول میں مصروف ہو جائیں۔ نظم و ضبط کی پابندی کا خاص خیال رکھیں کیونکہ یہ بھی تربیت کا ایک حصہ ہے۔ اگر آپ نے ان جملہ امور کی پوری طرح پابندی کی تو انشاء اللہ اِس مختصر سے قیام میں آپ بہت کچھ سیکھ کر اپنی قوم، ملک اور اسلام کے لئے مفید کام سرانجام دے سکیں گے۔ نیز فرمایا کہ اِن دنوں آپ کو دعا کی طرف بھی خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ اِس کے بعد سب خدام نے کھڑے ہو کر بلند آواز سے اپنا عہد نامہ دہرایا اور محترم صدر صاحب نے اجتماعی دعا کروائی اور اِس طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ تربیتی کلاس کا افتتاح عمل میں آیا۔

بیرونی خدام کی رہائش کا انتظام مجلس انصار اللہ کے ہال میں تھا اور کھانے کا اہتمام دار الضیافت کی طرف سے کیا گیا تھا۔

یومیہ پروگرام میں نماز تہجد، نماز فجر اور تلاوت قرآن مجید سے فراغت کے بعد ½ ۷ بجے تا ½ ۱۲ بجے کلاس لگتی رہی جس میں حسب ذیل آٹھ مضامین پڑھانے کا انتظام تھا۔ (۱) قرآن کریم (۲) حدیث شریف (۳) ضروری مسائل (۴) کلام (۵) ردِّ عیسائیت (۶) قواعد عربی (۷) موازنہ کمیونزم (۸) طبی امداد جو جامعہ احمدیہ کے جلیل القدر اساتذہ کرام اپنا قیمتی وقت عطا فرما کر پڑھاتے رہے اور طبی امداد کے ابتدائی اصول اور دیگر متعلقہ امور مکرم کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب آگاہ فرماتے رہے فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

ساڑھے تین سے ساڑھے چار بجے تک خدام کو تقریری مشق کروائی جاتی رہی تا وہ اپنے جذبات اور احساسات کو دوسروں

تک عمدہ پیرایہ میں پہنچا سکیں - پھر ۳۰ اپریل کو تقریری مقابلہ ہوا جس میں اکرام اللہ صاحب ظفر ربوہ اوّل، رجا نصیر الدین صاحب ربوہ دوم اور عبدالحمید صاحب راولپنڈی کو سپیشل انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔

علاوہ تعلیمی پروگرام کے نماز عشاء کے بعد سلسلہ کے جید علماء کرام خدام سے حسب ذیل موضوعات پر علمی، مفید اور دلچسپ خطاب فرماتے رہے:

(۱) اسلام میں خلافت کا مقام اور اس کی برکات
(۲) دورانِ تبلیغ میرے تجربات
(۳) مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہمیت
(۴) اسلام میں ارتداد کی حقیقت
(۵) مجلس خدام الاحمدیہ کی ذمہ داریاں
(۶) اختلافاتِ سلسلہ کا تاریخی پس منظر
(۷) جماعت اسلامی کی تاریخ
(۸) تعلق باللہ
(۹) صحبتِ صالحین
(۱۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام جماعت احمدیہ کی نظر میں۔
(۱۱) اسلام کی خصوصیات
(۱۲) آخری زمانہ سے متعلق قرآن وحدیث میں پیشگوئیاں۔

کلاس کے آخری روز خدام کی خاص تربیت کے پیش نظر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی دو تقریروں کے ریکارڈ سنائے گئے اور اسی روز مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے دلچسپ پیرایہ میں خدام کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

علاوہ ازیں خدام کو بیرونی ممالک میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی اور اس کے خوشکن نتائج سے روشناس کرانے کے لئے رنگین تصویریں بھی دکھائی گئیں۔

آخری روز جملہ حاضر خدام کا تحریری امتحان لیا گیا۔ نتیجہ قریباً ۸۵ فیصد رہا جس میں مجموعی طور پر مرزا مغفور احمد صاحب اور ہدایت اللہ صاحب مجلس ربوہ علی الترتیب اوّل اور دوم آئے اور محمد اشرف صاحب بھیرہ سوم قرار پائے۔

علاوہ ازیں ایک عام دینی معلومات کا پرچہ بھی لیا گیا جس میں راجہ رحمت خان صاحب گجرات اوّل اور محمد یوسف صاحب چونڈہ دوم رہے۔

تعلیمی پروگرام کے ساتھ ساتھ ورزشی مقابلہ جات اور مختلف کھیلوں میں بھی حصہ لیتے رہے جن کے لئے عصر سے لیکر مغرب تک کا وقت مقرر تھا۔ خدام کے انفرادی اور اجتماعی ورزشی مقابلے کروائے گئے۔ اوّل اور دوم آنے والے خدام کو انعامات بھی دیئے گئے۔

امسال حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت علالت طبع کے باوجود تربیتی کلاس میں شامل ہونیوالے خدام کو شرفِ ملاقات بھی بخشا۔ نیز خدام وقتاً فوقتاً صحابہ کرام سے مل کر مفید نصائح اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایمان افروز واقعات سے مستفید ہوتے رہے۔

مورخہ ۳ مئی بروز جمعۃ المبارک کلاس کی الوداعی تقریب منعقد کی گئی۔ مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے جملہ خدام کے اعزاز میں ناشتہ کی دعوت دی گئی۔ جس میں کلاس کے طلباء اور اساتذہ کرام کے علاوہ مجلس عاملہ

خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے اراکین نے بھی شرکت کی۔ دیگر معززین میں سے محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ، محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح و ارشاد، محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب درویش قادیان اور مکرم حضرت اللہ پاشا صاحب قائد ضلع لاہور خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ناشتہ سے فراغت کے بعد جامعہ احمدیہ کے ہال میں محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی زیر صدارت الوداعی تقریب کا آغاز ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد اس کلاس کے نگران مکرم قریشی نور الحق صاحب تنویر (مہتمم تعلیم مرکزیہ) نے کلاس کے کوائف اور انتظامی امور پر مشتمل رپورٹ سنائی۔ بعد ازاں محترم صدر صاحب نے کامیاب ہونے والے خدام میں اسناد اور علمی، تقریری اور ورزشی مقابلوں میں اول، دوم اور سوم آنیوالے طلبہ میں انعامات تقسیم کئے۔

آخر میں محترم صدر صاحب نے اپنے الوداعی خطاب میں خدام کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف دلکش پیرایہ میں توجہ دلائی اور بیش قیمت نصائح اور ہدایات سے نوازا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کو اپنا مقام پہچاننا چاہیئے اور غلبۂ اسلام کے لئے عائد شدہ ذمہ داریوں کو اُٹھانے کے لئے پورے شغف اور انہماک سے تیاری جاری رکھنی چاہیئے۔ نیز فرمایا کہ آپ نے جو کچھ یہاں سے سیکھا ہے وہ ایک بیج کی حیثیت رکھتا ہے۔ اب اس کی حفاظت کرنا بہتر رنگ میں اس کی آبیاری کرنا اس طور پر کہ وہ آپ کے لئے اور دوسروں کے لئے ایک ثمر دار درخت بن سکے۔ ان تمام امور کی ذمہ داری آپ پر ہے۔ قرآن کریم کے علوم ایک وسیع بحرِ زخار کی مانند ہیں۔ انسان تمام عمر اس کا مطالعہ کرتا رہے اور اس کے حقائق اور معارف کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کرے پھر بھی وہ اس کے علوم اور عرفان کا احاطہ نہیں کر سکتا ہے۔ آپ نے جو کچھ قرآن کریم کے بارہ میں اس مختصر سے عرصہ میں سیکھا ہے اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے سمندر سے آنے والی ہوا اپنے اندر کچھ نمی لاتی ہے اور وہ نمی آپ تک پہنچے۔ پس آپ کو چاہیئے کہ قرآن کریم کے علوم اور معارف خود زیادہ سے زیادہ سیکھیں اور پھر دوسروں کو سکھانے کی کوشش کریں۔ ان پر پہلے خود عمل کریں اور پھر دوسروں سے کروائیں۔

آخر میں آپ نے بزرگانِ سلسلہ، اساتذہ کرام اور دیگر احباب کا جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں تربیتی کلاس کو زیادہ سے زیادہ مفید اور کامیاب بنانے میں مدد دی مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

اس مؤثر اور پُر مغز خطاب کے بعد اجتماعی دُعا ہوئی اور اس طرح یہ بابرکت تقریب اختتام پذیر ہوئی +

(نامہ نگار)

احمدی بچوں اور بچیوں کا دل پسند ماہنامہ
تشحیذ الاذہان ربوہ
یہ رسالہ ابتداءً ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے ۱۹۰۶ء میں
جاری فرمایا تھا۔ اور اب یہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر نگرانی احمدی بچوں اور
بچیوں کیلئے ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے اور دن بدن مقبولیت حاصل کرتا جا رہا ہے۔
تشحیذ الاذہان میں آپ کیا پائینگے؟
● قرآن پاک اور احادیث میں سے پیارے پیارے پر حکمت کلمات ● حضرت مسیح موعودؑ
اور آپ کے خلفاء کے رُوح پرور ملفوظات ● بزرگوں اور دیگر بڑی شخصیتوں کے زرّیں
اقوال ● اسلام اور احمدیت سے واقفیت پیدا کرنے والے عمدہ مضامین ● اچھی اچھی
دلوں کو لبھانے والی نظمیں ● بلند اخلاق پیدا کرنے والے مفید تربیتی مضامین ● نصیحت
آموز دلچسپ کہانیاں اور تاریخی واقعات ● مفید و دلچسپ علمی و سائنسی معلومات
● دماغی ورزشیں اور بے اختیار ہنسا دینے والے لطائف
اور ان سب کے علاوہ دیگر بہت سے مفید اور بے حد دلچسپ کالم!
سال بھر کے رسالوں کی کل قیمت صرف پانچ روپے
جملہ خط و کتابت بنام
مینجر رسالہ "تشحیذ الاذہان" ربوہ!